(۳۰)

بہادر رہزن

عرف

نتیجہ

حصّہ چہارم

دوسرے دن امیر علی نے اپنا حال اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

امیر نے کہا صاحب آپ کو یاد ہوگا کہ میں کس جگہ اپنی سرگذشت بند کر گیا تھا۔ لہذا اوس سے آگے سناتا ہوں۔ اتنا کہہ کر اوس نے بیان کرنا شروع کیا۔

میں نے کہا اُس بدمعاش نے درحقیقت صحیح کہا تھا۔ جب اوس نے یہ اقرار کیا کہ میں خوشی ہوں بہتر ہوا کہ وہ کمبخت اس شہر سے دور ہوا مگر اب فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ ایک شخص اس تمام مال کو باندھکر چلنے کے لئے طیار رہے اور تب سے ہم لوگ اور مال تلاش کریں۔

اب اس کونے میں کوئی اور چیز نہ تھی سو ہم لوگوں کو کسی کپڑے کی گٹھڑی یا اور کسی چیز کی امید نہ رہی ہم لوگ اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ کہ شاید اور ایسا مقام دکھلائی پڑے جہاں مال چھپا ہو اور عنقریب وہاں سے روانہ ہونے کو تھے۔ کہ اتنے میں سرفراز خان نے جو باہر نکل گیا تھا ہم لوگوں کو آواز دی اور کہا۔

ادھر آئیے یہاں ایک شخص کا مقام معلوم پڑتا ہے۔

ہم لوگ فوراً باہر دوڑ آئے اور دیکھا کہ سرفراز خاں ایک بڑی بل کی سلٹ کھڑا ہے۔ اس کے اندر نہایت اندھیرا تھا۔ اور ایک شخص بمشکل ہاتھ پیر کے بل اندر جا سکتا تھا۔

میں نے کہا چراغ لاؤ میں اس کے اندر دھسونگا چاہے شیطان ہی اس میں کیوں نہ ہو۔

جونہی میں اندر چلا بدری ناتھ نے کہا اگر شیطان ہو تو کچھ خوف نہیں۔ مگر ان بدمعاشوں کا کوئی ساتھی نہ ہونا چاہئے۔

اندر جانے پر میں نے کسی کو نہ پایا۔ اور دیکھا کہ وہ مقام جو اس قدر تنگ تھا۔ کہ انسان بمشکل سیدھا کھڑا نہ ہو سکتا تھا تمام گٹھڑیوں سے بھرا ہے۔

میں نے اندر سے پکار کر کہا یہاں نہ تو شیطان اور نہ انہی کمبختوں میں سے کوئی ہے پس ایک شخص اندر آ کر دیکھے کہ میں نے کیا مال پایا ہے۔ میرے سب دوست اندر آ گئے۔ اور ہم لوگ فوراً گٹھڑیاں کھولنے لگے جونہی میں نے ایک گٹھری کھولی کہ جس میں پیتل کے برتن وغیرہ سمجھتا تھا۔ مگر کچھ چاندی اور سونا دیکھکر نہایت خوش ہوا تھا۔ کہ باہر سے کھٹکے کی آواز آئی ہم سب فوراً باہر نکل آئے دیکھتے کیا ہیں کہ ہمارے وہی دونوں ساتھی جنہیں ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہے۔

وہ بولے دو شخص آہستے آہستے اس طرف سے آ رہے ہیں ہم لوگ انہیں دور سے دیکھتے تھے مگر جب وہ ادھر ہی کو چڑھنے لگے تو ہم نے عام لوگوں کو خبر دینا واجب سمجھا۔ وہ تیز نہیں چلتے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بوجھ لئے آتے ہیں۔

میں نے کہا فقط دو ہی تو کچھ پرواہ نہیں ان کا بندوبست باسانی ہو جائے گا مگر چراغ بجھا رکھو کے دروازے ہی پر چھپ رہو۔ جونہی وہ اندر آویں تیونہی اوپر ٹوٹنا چاہیے۔

ہم لوگ جونہی عین دروازے کے منہ پر جا کر رومال لئے کھڑے ہوئے اور دو ساتھیوں نے تلوار کھینچ لی تھی۔ کہ ان میں سے ایک شخص دور سے چلا کر بولا

اور میں گئیں اِدھر اُدھر اکارا بوجھا ادتا یہ دیکھ ہم دونوں چپکے دالوں میں چھپ لدے ہیں۔ اور نو چراغ بھی نہیں دکھلاتا۔

میں نے آہستہ سے کہا یار چپ رہنا ایک لفظ بھی نہ بولنا۔ ذرا اونہیں نزدیک آنے دو۔

دوسرے نے باہر سے کہا ارے وہ حرامی کا پلا شراب پی کر نشہ میں مست ہوگا۔ ہم لوگوں کی کب سنتا ہے۔ ٹھہر دیکھا ہے کیسا سمجھتا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ دونوں ٹھوکر کھا کر گرے کیونکہ وہ بیدم ہوکر پھر اُس فقیر کو گالیاں دینے لگے مگر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اوپر پہنچ گئے اور بوجھا سر سے ٹیک کھوہ کیطرف دیکھنے لگے۔ بوجھے کے گرتے ہی جھن جھناہٹ کی آواز ہم لوگوں کے کان میں آئی۔

آخر کار اُن میں سے ایک شخص جو اچھا لمبا جوان تھا۔ ٹھیک روسی مقابل کا جیسا کہ ہم مار چکے تھے) بولا کہاں ہے وہ بدمعاش جو سالا چراغ بھی نہیں دکھلاتا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ یا تو وہ گانجا پی کر مر گیا ہوگا یا کہیں بھنگیڑ خانہ سیر کو چلا گیا ہوگا۔ جب اوسکی یہاں ہم لوگوں کو اتنی ضرورت ہے۔ دوسرا شخص تھک کر بیٹھ گیا اور دم لینے لگا۔

پھر بولا۔ جاؤ اندر جا کر دیکھو تیل کی گھڑیاں اور دیا دیوار کے پیچھے رکھا ہوگا میں یہیں بیٹھا ہوں۔

وہ پہلا شخص اُس فقیر کو گالیاں اور بد دعا دیتا ہوا اندر گھسا اور سرفراز خاں اور میں دونوں اُس پر لوٹ پڑے۔ اور اس کا کام تمام کیا مگر وہ دوسرا شخص کھٹ پٹ کی آواز سنتے ہی چلا کر بھاگا۔ لیکن یہ اوسکی قسمت میں نہ تھا۔ بھاگتے ہی اُس کا پیر پھسلا یا اپنی گٹھڑی پر ٹھوکر کھا کر وہ گرا اور پیشتر اسکے کہ وہ اُٹھے ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے پہاڑ کے پیچھے نکل تلوار سے اوس کی گردن دو کر دی۔

بس میں نے کہا یہ کام تو ہو گیا بہتر ہے کہ ہم لوگ اب روانہ ہوں۔ مگر پہلے ایک مرتبہ پھر اُس کھوہ کے پاس چلکر دیکھنا چاہئے۔ کہ وہاں سے کیا ہاتھ لگتا

ہم لوگ پھر اس کھوہ میں گھسے اور ہر ایک شخص ایک گٹھڑی لیکر باہر نکل آیا جو دو گٹھڑیاں وہ دونوں لائے تھے۔ جنہیں ہم نے مار ڈالا تھا۔ کھانا پکانے کے برتنوں اور کپڑوں سے بھری تھی اس لئے انہیں وہیں چھوڑ ہم لوگ سرائے کو چلے آئے۔

صاحب میں آپ سے عرض کرنا بھول گیا کہ کتنے ہی نشانات ہم لوگوں نے ان بدمعاشوں کے ظلم اور خون کے اُس مقام پر پائے ان میں کئی ایک گٹھڑیاں پوشاک کی پائی گئیں۔ جن پر خون سوکھے داغ لگے تھے۔ ایک گٹھڑی جو میں نے کھولی ابھی تک نم تھی اور خون میری انگلیوں میں لگ گیا۔ پس میں نے نفرت اور رطوبت سے اُسے پھینکدیا۔

(اٹھارواں باب)

ہم لوگوں نے واپس آکر اس کامیابی پر خوب قہقہا مارا یہ نئے قسم کا شکار تھا ہم لوگوں نے خیال کیا کہ جب وہ ڈاکو وہاں آکر اپنا تمام مال و اسباب لٹا دیکھینگے اور اپنے ساتھیوں کو دروازے ہی پر مرا پا دیں گے۔ تو اونہیں کسقدر رنج و ناراضی ہوگی کہ اگر وہ ہمیں پا جاویں تو شاید کچا ہی چبا جانے کی کوشش کریں میں نے تمام زیور اور چاندی کے برتنوں کو جو وہاں سے ملے تھے اپنے صندوق میں رکھکر تالا لگا دیا تاکہ موقع پا کر ان کے فروخت وغیرہ کا سامان کیا جائیگا۔

صاحب یہ کہنا فضول ہے کہ میرے والد نہایت خوش ہوئے جیوں جیوں میں نئے نئے کام کرتا جاتا تیوں تیوں اونہیں زیادہ تر عزیز ہوتا جاتا تھا۔ وہ مجھے بچے کے مانند پیار کرتے اور ہر کام میں ہمت دلاتے تھے۔

اوس وقت اونہوں نے جوش میں آکر کہا تمہر فرزند جب تیرے یہ کام ہندوستان میں ظاہر ہوں گے تو میں اُمید کرتا ہوں کہ تو بہت جلد صوبیدار ہو جائیگا۔ جس درجہ کو آج تک بہت کم لوگ پہنچے ہیں۔

میں نے اس کا کچھ جواب بھی نہ دیا مگر دل میں یہ مصمم ارادہ کیا کہ جیسے ہو اس درجہ کو حاصل کرنا چاہئے۔ مجکو ظاہر ہوا کہ اس اونچے درجہ تک پہنچنے کے

ہے جس کا ذکر میرے والد نے کیا فقط وہ ایک کامیاب چڑھائیوں کی ضرورت ہے جن
میں لوگوں کو خوب گہرا مال ہاتھ لگے اور جن میں کوئی نہایت دلیری اور جوانمردی کا
کام دکھلاؤں مجھے اس درجہ کے حاصل کرنے میں کچھ بھی شک نہ تھا۔ کیونکہ میں بخوبی
آگاہ تھا۔ کہ بہت پیشتر دوسرے لوگوں نے یہاں تک ترقی پائی ہے۔ پس تو کیوں
نہیں میں بھی اس بلندی تک پہنچوں گا۔ جبکہ میں دل وجان سے ان کاموں کے
کرنے میں مستعد ہوں کہ جنہیں انسان سنتے ہی خود سے کانپ اٹھتا ہے۔

اس واردات کے دو ہی دن بعد تمام کاروان سرائے اور آس پاس کے
باشندوں میں بسبب لاشوں کی بدبو اور گدھوں کے جمع ہونے کے ایک حادثہ
پھیل گیا۔ جتنے منہ اتنی باتیں سننے میں آئیں بعض کوئی کہتا ہے مسافر ہے انہیں کوئی
چور مار گیا کوئی کہتا نہیں یہاں ڈاکوؤں کی لڑائی ہوئی ہے۔ مگر بعد ازاں انہیں پہچاننے
اور مال پائی جانے پر سب خوش ہوئے بہت سا چوری کا مال پایا اور پہچانا گیا۔ اس میں
کچھ مال نہایت بیش قیمتی پایا گیا جو کچھ ان پیشتر کسی ساہوکار کا چوری گیا تھا۔ اور
جو ہم لوگوں سے بسبب جلدی کے وہیں چھوٹ گیا تھا۔ تاہم ہم لوگوں نے بہت
مال پایا تھا۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے تمام سونے چاندی کا
مال چپکے سے گلا کر ٹھوک کر لیا جو تولنے پر اندازاً سات ہزار روپے کا مال
معلوم ہوا۔

جب تمام مثلاً اونٹ گھوڑے بیل گاڑی اور جواہرات وغیرہ فروخت ہو چکا تو
عنقریب ۵۰۰۰۰ جمع ہوا پہلے یہ صلاح ہوئی کہ اس کا حصہ لگ جاوے پھر تمام ٹھگوں
کی رائے سے یہ مشورت قائم ہوئی کہ اپنے گاؤں پہنچنے پر حصہ لگانا واجب ہوگا
کیونکہ ابھی لوٹنے وقت بھی بہت کچھ امید ہے۔ تب تک ضرورت رفع کرنے کے
لئے ہر ایک چھوٹے ٹھگ کو بیس بیس روپیہ اور ہر ایک جمعدار کو پچاس پچاس روپیہ
بانٹ دیا گیا تب میرے والد نے شہر سے روانہ ہونے کا ذکر کیا مگر میں نے عرض کی
کہ ابھی دس روز یہاں اور ٹھہریئے کیونکہ میں نے بدری ناتھ اور سرفراز خان سے
مل کر یہ صلاح کی ہے کہ تمام گروہ کو چار حصے میں تقسیم کر شہر کے چاروں طرف
قائم کیا جاوے۔ اور ہر ایک گروہ اپنا اپنا کام کر کے تمام آمد ایک مقام پر

جمع کریں یہ مقام کہ ختم ہو [illegible] گی سب آپس [illegible] تقسیم کر لیا جاوے گا

اس ترکیب اور صلاح کو والد نے پسند کیا اور اُسی دن اُسکی کارروائی شروع ہوئی۔ مکان کا جو کچھ تھوڑا بہت کرایہ تھا۔ چکا دیا گیا اور اس بہانے پر کہ ہم لوگ اب ہندوستان کو واپس جائیں گے ہم نے کاروان سرائے سے روانہ ہو کر شہر کے دوسری طرف ایک مقام پر میر جملا کے تالاب کے پاس خیمہ کھڑا کر دیا۔ بدری ناتھ اپنے چند ساتھیوں کو لیکر ریذیڈنٹ کے عالیشان مکان کے پاس چادر گھاٹ بازار کی طرف جا رہا۔ اور چونکہ یہ نہایت مشہور راستہ تھا اسلئے اکثر مسافروں کا آنا جانا اسی طرف سے زیادہ تر ہوتا تھا اور یہیں سے ٹیپو اور اوتر کی طرف بہتیری سڑکیں جاتی تھیں سرفراز خاں اپنے آٹھ آدمیوں کے ساتھ وہیں کاروان سرائے میں رہ گیا۔ کیونکہ ہمارے نسبت لوگ اسپر بہت کم واقف تھے۔ چوتھے گروہ نے پیر خان اور موتی رام کے ماتحت شہر کے پچھم طرف اُس مقام پر ڈیرا کیا جہاں سے راستہ شمشاہ آباد کی طرف جاتا تھا۔ ان لوگوں کا سبب ارادہ تھا۔ کہ ہم اس مقام پر زیادہ تر ناموری اپنے کار کی حاصل کرینگے

ہم لوگوں کی یہ ترکیب نہایت عمدگی کے ساتھ کامیابی ہوئی کوئی روز ایسا نہ جاتا تھا۔ جس ہر ایک گروہ کے ہاتھ نیا شکار نہ لگے اور جو کچھ مال ہم لوگوں کے ہاتھ لگتا۔ سب میرے والد کے پاس اس نئے مقام پر جمع ہوتا تھا۔ اور جو اس میں سے نقد بکری لائق ہوتا اوسے وہ فوراً فروخت کروا لیتے تھے۔

ان چھوٹے چھوٹے معاملاتوں میں جو کام میں نے کئے ان کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پیشتر جب میں نے اپنے لئے یہ مقام پسند کیا۔ مجھے خیال ہوا تھا۔ کہ یہاں مجھے زیادہ شکار ملیں گے مگر میری از حد کوشش پر بھی بہت کم لوگ میرے ہاتھ لگے پس میں نے بدری ناتھ اور سرفراز خان سے کہا۔ کہ بھئی آؤ ہم لوگ جگہ بدل لیویں مگر وہ اس پر راضی نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ اپنا اپنا بندوبست باندھ چکے تھے اور چونکہ یہ مقام میں نے از خود پسند کیا تھا۔ اس لئے مجھے اُس کے بدلنے یا اُس سے آسودہ نہ ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔

اس کارروائی کے آٹھویں دن علی الصبح بدری ناتھ میرے پاس خوف سے

گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا۔

میر صاحب اب یہاں سے بھاگنا چاہیے ورنہ آفت آیا ہی چاہتی ہے۔

میں نے تعجب سے پوچھا کیوں کیا ہوا کیا کوئی بھید کھلا یا ہمارے ہی گروہ میں سے کسی نے بے ایمان ہو کر راز فاش کیا۔

بدری ناتھ نے کہا میں بیان کرتا ہوں سنئے یہ جانئے افسوس کہ ہمارے چند نہایت ہوشیار شخص گرفتار ہو گئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بعض وقت سرفراز خاں ہوشیاری اور عقلمندی کو دبا کر ہمت کر جاتا ہے اور یہ ہی سبب ہے کہ بہت کم شخص اُس کی راہنمائی پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اگر اُس میں اتنی کسر نہ ہوتی تو وہ اب تک ہم لوگوں میں ہوشیار جمعدار ہو جاتا کیونکہ وہ پشتین ٹھگ ہے اور اُس کے بزرگوں کا بڑا نام ہے۔

میں نے نہایت بیصبری سے پوچھا مگر ہوا کیا بیان کیجئے اُس کے بزرگ جہنم کو گئے اللہ جانتا ہے کہ آپ ہی۔

بدری ناتھ نے نہایت ملائمی سے جواب دیا کیونکہ وہ ہرگز ناراض نہ ہوتا تھا نہیں نہیں میر صاحب میں کچھ اُس کے بزرگوں کا قصہ نہیں بیان کرتا تھا۔ آپ ناراض نہ ہوجئے سنئے کل سرفراز خاں نے دو ساہوکاروں سے اور اورنگ آباد کو جاتے تھے ملاقات کی اور ان سے یہ کہکر کہ ہم لوگ بھی وہیں جاتے ہیں انہیں اپنے ہمراہ لے چلنے کو ٹھہرا لیا وہ مالدار معلوم ہوتے تھے کیونکہ اون کا اسباب دو بڑے بڑے ٹٹوؤں پر لدوایا گیا۔ اور وہ اسکی نہایت ہوشیاری سے حفاظت کرتے تھے۔ کمبختی کی مار اتفاق سے شام کے وقت دو یا تین سوداگر اور وہاں آ گئے جن سے ان دونوں کی جان پہچان تھی۔ اُن سبھوں سے ان دونوں ساہوکاروں صلاح دی کہ آپ لوگ ایک ہفتہ اور ٹھہر جاویں تو ہم لوگ بھی اسی طرف کو آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ مگر سرفراز خاں اس سے نہایت رنج ہوا۔ ان دونوں نے اپنے ان دوستوں سے کہا کہ رات کیوقت یہاں سے اسباب اٹھانے میں خطرہ اور تردد ہے اس لئے ہم لوگ آج یہیں سو رہیں گے اور صبح کو آپ لوگوں سے آ کر مل

جائیں گے میں نے سنا کہ سرفراز خاں نے بارہا ان سے اس ارادہ کو بدلنے کیلئے
کہا مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے پس آپ جانیئے کہ ایک یہی ترکیب رہ گئی کہ انہیں
سرائے ہی میں مار کر دفن کر دیا جائے ما سوائے اس کے جب ان لوگوں نے اپنا
اسباب رات کیوقت وہاں سے ہٹانے اور اٹھانے میں خطرہ ظاہر کیا تو سرفراز خاں
کو پکا گمان ہوا کہ ان میں کوئی بیش قیمت مال ہے۔ بیشک میر صاحب میں خود
اقرار کرتا ہوں کہ وہ موقع نہایت لالچ کا تھا اگر میں ہوتا یا خود آپ ہی ہوتے
تو شاید آپ کو بھی ایسا ہی خیال ہوتا تو پھر سرفراز خاں کا کیا پوچھنا ہے۔ اگر وہ
صبح تک ٹھہر گیا ہوتا اور اس وقت کار کرکے لاشوں کو وہیں چھوڑ فوراً روانہ
ہو کر کسی دوسرے راستے سے آکر مجھ سے یا آپ سے ملگیا ہوتا اور ہم لوگوں میں
سے اور کوئی شخص اسکی جگہ کاروان سرائے میں جا رہتا تو کوئی بھی شک نہ کرتا
مگر نہیں اس نے اس بات پر خیال نہ کرکے ان کے دوستوں کے جانے کے بعد
ہی انہیں مار ڈالا اور مال ہٹا دیا خیر جو ہونا تھا سو ہوا اس مال میں سے فقط دو
مالا موتیوں کی ہمارے ہاتھ لگی مگر عمدہ مال تمام جاتا رہا۔

میں نے پوچھا مگر آپ نے یہ بیان نہ کیا کہ یہ ماجرا ظاہر کیونکر ہوا۔

بدری ناتھ نے کہا اس کے تھوڑے ہی دیر بعد ان تینوں شخصوں میں
سے ایک شخص کچھ سندلیا لیکر واپس آیا اور ان دونوں ساہوکاروں کو تلاش کرنے
لگا۔ سرفراز خاں نے اسے یہ بہانا بتا دیا کہ وہ لوگ کہیں باہر گئے ہیں جلد آئینگے
وہ شخص بہت دیر تک ان کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ مگر جب وہ نہ آئے تو اسے
کچھ شک ہوا اور اٹھکر چلا گیا تھوڑی دیر باقی دو شخصوں کو بھی ساتھ لیکر آیا
اور انہوں نے اپنے دوستوں کی تلاش کے لئے ضد باندھی سرفراز خاں نے
اس عرصہ میں لاشوں کو وہیں دالان میں دفن کر دیا تھا۔ مگر چند چیزیں اس کے
پاس ایسی دکھلائی دیں جنہیں ان سبھوں نے پہچانا خاصکر ایک تھیلی جو وہاں پڑی
تھی خیر قصہ کوتاہ یہ کہ گارد کے پہرہ میں جو فوراً بلائی گئی وہ سب شہر کو چالان
کرنے گئے۔ فقط ایک شخص ہمت خاں نامی جو سرفراز خاں کے ساتھیوں کا تھا
بچ گیا۔ کیونکہ وہ اس وقت باہر کسی کام سے گیا تھا۔ میں نے کہا۔ درحقیقت یہ

نہایت افسوس کا مقام ہے مگر مجھے کوئی ترکیب نہیں سوجھتی کہ کیونکہ انہیں چھوڑانا چاہیے۔

بدری ناتھ نے کہا میری بھی یہی حالت ہے مگر یہ سب خراب نتیجے ہی ہوتے ہیں۔ جب سگن نہیں دیکھا جاتا یا دیکھے جانے پر بھی ان پر واجب طور سے خیال نہیں کیا جاتا۔

چھین میں نے کہا آپ تو ہمیشہ ایسی فضول بک بک لگائے رہتے ہیں۔ گویا دلکی مضبوطی اور ترکیبوں کی نسبت کامیابی کا ہونا ان ہی سگنوں پر منحصر ہے۔ میں ایسی واہیات باتوں پر ہرگز اعتقاد نہیں کرتا۔

بدری ناتھ نے کہا تو پھر کسی نہ کسی دن آپ کو بھی پچھتانا پڑے گا۔ یاد رکھئے کہ آپ ضرور دھوکا کھاویں گے۔ میں آپ کو سینکڑوں واردائیں ایسی سنا سکتا ہوں جہاں لوگوں نے سگن کا لحاظ نہ کرنے سے تکلیف اوٹھائی ہے۔ میرے کہنے کی سچائی آپ چاہے اپنے والد سے پوچھ لیجیے۔

پھر میں نے کہا وہ بھی آپ ہی کی مانند ایسی فضول اور واہیات باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں تو کیوں نہیں آپ میری انہیں نااعتقادی کی شکایت میرے والد سے کرتے مجھے کیوں فضول تسد پاپہونچایا کرتے ہو۔

اُس نے کہا بیشک میں ضرور اسکی شکایت ان سے کروں گا۔ مگر چونکہ ایسا دیکھا جاتا ہے انہوں نے اس چڑھائی کا تمام بندوبست اور اختیار آپ کے سپرد کر دیا ہے اور اپنے سرداری کے عہدہ اور جواب دہی کی بالکل بھول گئے ہیں اس لئے میں نے آپ سے یہ بات کہی تھی بھلا آپ ہی کہیے کہ آج تک کبھی کسی نے یہ بات سنی تھی کہ بغیر سگن دیکھے یا بھگوان کو پرشاد چڑھائے تمام گروہ مفلس ہو کر اپنا اپنا کار کرے۔

میں نے ہنستے ہنستے کہا خیر آپ نے تو وہ تمام سگن اور دستور جنہیں آپ نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ بیشک کر لیا ہوگا۔ اور اگر نہیں کیا ہے۔ تو ہم اور کس سے ان باتوں کی امید کریں۔ کیونکہ آپ تو نشان بردار ہیں خدا اور رسول اللہ جانتا ہے۔ بدری ناتھ کہ آپ نے ہم سبھوں کو دھوکا دیا پھر میرا غصہ نہ رہا

اور میں نے کہا اور میں جو آپ سے کہتا ہوں کہ میرے والد کے بارہ میں جو آپ نے کہا اُس سے خبردار رہئے گا۔ اور یاد رکھئے گا کہ میں اس قابل ہوں کہ آپ جو کچھ ان کے برخلاف کہیں اُس کا بدلا لے سکوں۔

بدری ناتھ نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا میرے نوجوان میر صاحب آپ مجھے جانتے ہی ہیں کہ میں فضول بھول بھول اور جھگڑالو کبھی نہیں۔ اور آپ کے یہ خفگی کے الفاظ ہوا میں اڑ گئے۔ اب انہیں ان لوگوں کے سامنے کئے جوان باتوں پر ناراض ہو کر آپ سے جھگڑا کریں میں انہیں فضول سمجھتا ہوں ان سگنوں پر جنہیں تمام ہندو اور مسلمان ٹھگ مانتے آئے ہیں آپ کا اعتقاد نہ ہونا فقط آپ کی ناتجربہ کاری کا باعث ہے۔ اس وقت ضروری قربانیاں اور رسموں کا لحاظ ہم لوگوں نے نہ کیا اور یہ اُسکی سزا دیکھئے کہ اس وقت ہم لوگوں کو یہ کتھوڑی سی سزا دی گئی ہے مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ شاید بہت جلد ہم سب کے سب خطرے میں پڑ جاویں۔ فرض کرو کہ گرفتار شدوں میں سے کسی کی سخت اذیت پہنچائی جاوے۔ اور وہ ہم سبھوں کا نام بتلا دے تو پھر ہم لوگ کیونکر بھاگ سکے گیں۔

میں نے کہا تو پھر آپ کیا صلاح کرتے ہیں۔

اس نے کہا پہلے تو میں بھوانی کو پرشاد چڑھایا چاہتا ہوں۔ اور اس کے بعد جیسی سب لوگوں کی صلاح گرفتار شدوں کے رہائی کے لئے تجویز ہوگی۔ کی جائیگی۔

میں نے کہا تو آپ بخوشی پرشاد چڑھائیے اور رسوم ادا کیجئے آپ اور میرے والد سب جانتے ہی ہیں۔ میری جہالت شاید آپ کے کام میں ہرج ہو۔ اس لئے اس کے ختم ہونے تک میں دور رہوں گا۔

اس نے کہا آپ ہی کہتے ہیں شاید ایسا ہو مگر میں اس بات سے نہایت خوش ہوں کہ اب آپ عقلمندی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ آپ کے والد کہاں ہیں۔ میں نے کہا وہ اندر سوئے ہیں بہتر ہیں کہ آپ خود ہی ان کے پاس چلے جاویں۔

خیر بدری ناتھ اور والد سے ملاقات ہوئی بدری ناتھ نے تمام ماجرا کہہ سنایا پرشاد وغیرہ اور معمولی رسمیں ادا کرنے کے بعد سگن دیکھا گیا۔ اور شمردہ نکالا میں نہیں جانتا کہ کیا سگن نکلا کیونکہ میں اس وقت اس کی کچھ پرواہ نہ کرتا تھا۔ سو نہ تو میں وہاں گیا اور نہ میں نے اس کے بارہ میں پوچھا کئی برسوں کے بعد جب مجھ پر آفتیں اور تکلیفیں آئیں تب مجھے ان سگنوں کی ضرورت اور قدر معلوم ہوئی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سزا میری گستاخی اور نا اعتقادی کے لئے بھوانی نے مجھ پر بھیجا تھا۔ تب سے لیکر آج تک مجھے سگنوں پر پورا اعتقاد ہے جیسا کہ میں آپ کو آگے سناؤں گا۔

میرے والد اور بدری ناتھ دونوں خوشی بخوشی میرے پاس آکر کہنے لگے۔ کچھ پرواہ نہیں اتنی خفگی پر ہی بھوانی ہم لوگوں پر مہربان ہے۔ سچ تو یوں ہے کہ ہم لوگوں سے کچھ نہ کچھ قصور بن پڑا تھا۔ مگر اب بھوانی راضی اور خوش ہو گئی۔

میں نے کہا بہتر ہے تو اب ہم لوگوں کو ان بیچاروں کی رہائی کیلئے کوشش کرنا چاہئے۔ مگر وہ کونسی ترکیب ہے میں نہیں جانتا ہاں وہ کب گرفتار ہوئے

بدری ناتھ۔

اس نے کہا قریب آدھی رات کے۔

میں نے کہا تو اس وقت کہیں نہ کہیں پہرے میں ہونگے اور دن کے وقت ان کی رہائی کرا لینا غیر ممکن ہے گھونس دینے کی ہمت نہیں پڑتی کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ کوتوال حسین علی خان نہایت دیانت دار شخص ہے۔ کیا آپ کچھ بتلا سکتے ہیں کہ کب وہ لوگ کوتوال کے روبرو پیش کئے جائیں گے۔

بدری ناتھ نے کہا میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا مگر میں ابھی اس کا پتہ لگا لاتا ہوں۔ یہ کہکر وہ بازار میں چلا گیا اور فوراً واپس آکر کہنے لگا۔ میں نے ایک بڈھے بنئے کو پوچھا کہ کوتوال صاحب کا دربار کس وقت لگتا ہے۔ اس نے کہا کہ رات کو ایک یا دو بجے۔

میں نے کہا پس زبردستی ہتھیار کے زور سے انکی رہائی کرانا چاہئے۔ اور میں خود اس کا ذمہ لیتا ہوں۔

دونوں نے کہا یہ غیر ممکن ہے۔

میں نے کہا میں جو آپ سے کہتا ہوں آپ یقین رکھئے میں اس کام کو کر لاؤں گا۔ ہمت خاں کہاں ہے اگر وہ چھ سات ہوشیار آدمیوں کو لیکر میرے ساتھ چلے تو میں ضرور اس کار میں کامیاب ہوں گا۔ ان میں کیا کوئی کوتوال کا مکان جانتا ہے۔

وہ لوگ بلائے گئے مگر کسی کو بھی اُس مقام سے واقفیت نہ تھی۔ میں نے کہا تو میں ابھی جاتا ہوں اور پتہ لگا کر تمام بندوبست باندھ فوراً واپس آؤں گا۔

بدری ناتھ نے کہا تو میں بھی جاتا ہوں اور اپنے چند ہوشیار شخصوں کے ساتھ دوپہر تک واپس آجاؤں گا۔

میں نے کہا بہتر ہے مگر وہ لوگ اپنی ڈھال تلوار بھی ساتھ ہی لیتے آویں۔ شاید ان میں سے کوئی شخص ہمارے ساتھ چلنے کی خواہش کرے۔

اُس نے کہا میر صاحب ایک تو میں بھی ہوں آپ کے اس ناواقفائی پر بھی مجھے آپ کی دلیری پر زیادہ تر بھروسا رہتا ہے۔ اتنا کہکر بدری ناتھ ہنسا میں نے کہا میں آپ کا مطلب سمجھتا ہوں۔ آپ مجھے معاف کیجئے۔

اس نے کہا بھلا میں آپ سے ناراض کب تھا۔

میں نے کہا بیشک مگر تو بھی آپ کے ناراضی کا باعث تھا۔ یہ میری بیوقوفی تھی۔

والد نے پوچھا یہ کیا کیا تم دونوں میں کچھ تنازہ ہو گیا تھا۔

جی کچھ نہیں میں نے کہا اُس کا انجام تو آپ دیکھتے ہی ہیں۔ مگر اب ناحق دیر ہو رہی ہے میں روانہ ہوتا ہوں۔

یہ کہکر میں شہر میں گیا اور بآسانی ایک شخص سے کوتوال کے مکان کا پتہ دیکھ آیا یہ مکان ایک لمبی سی تنگ گلی کے اندر تھا۔ جہاں کا راستہ بہت کم چلتا تھا یہ بات ٹھیک میرے مطلب کی تھی کیونکہ بھیڑ بھاڑ کے راستہ میں ہم لوگ کچھ بھی نہ کر سکتے میں نے دیکھا کہ اگر ان سپاہیوں پر جو ہمارے ساتھیوں کے ہمراہ ادھر سے آویں گے یکبیک حملہ کیا جائے تو وہ سب

قیدیوں کو چھوڑ اپنی جان بچا بھاگیں گے۔

میں نے واپس آکر والد سے تمام احوال کہہ سنایا وہ بھی اس صلاح پر راضی ہوئے مگر انہیں یہ خطرہ تھا کہ شاید اس کوشش میں ناکامیابی ہو۔ تو میں بھی آفت میں پھنس جاؤں گا۔ کیونکہ میں اس کار میں خاص شخص تھا۔

آخیرکار انہوں نے مجھ سے کہا میرے فرزند یہ سب بزدلی کے خیالات ہیں مگر بسبب تیری محبت کے میرے دل میں آہی جاتی ہے۔ اللہ نہ کرے کہ ان کا کوئی اثر تجھ پر ہو پس رسول اللہ کے نام پر روانہ ہو اور وہی خدا حافظ اور مددگار رہے۔

شام کے وقت میں بدری ناتھ اور چھ دوسرے راجپوتوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا ان میں سے دو شخصوں نے اِسبات کی قسم کھائی کہ وہ ناکامیابی کے ساتھ لوٹنے کی نسبت لڑ کر مر جانا زیادہ تر پسند کریں گے خیر ہم لوگ علیحدہ علیحدہ ہو کر شہر میں داخل ہوئے مگر ہر ایک شخص آپس میں آگے پیچھے دور ہی دور نگاہ کے اندر ہی اندر چلا آتا تھا چلتے چلتے ہم سب اُس گلی میں پہنچے جہاں کوتوال کا مکان تھا یہاں ہم لوگ کئی گھنٹوں تک اِدھر اُدھر وقت ضائع کرتے رہے۔ آخیرکار میں اکتا کر خیال کرنے لگا۔ کہ یا اللہ وہ ادھر سے آویں گے یا نہیں۔ یا اِس کے پیشتر ان کا انصاف کر کے ان کی سزا کر دی گئی میں نے بہتیرے لوگوں کے آنے جانے سے گمان کیا کہ اِس وقت دربار لگا ہے۔ پر تو بھی ان لوگوں کا کچھ پتہ نہ لگتا تھا۔

میں چپ چاپ ایک کی دوکان پر جو اُس گلی بھر میں ایک ہی کھلی تھی بیٹھا تھا۔ کہ ہمت خان میرے پاس آیا میں نے اُسکی شکل سے معلوم کیا کہ یہ کچھ کہا چاہتا ہے۔ پس فوراً چبوترے کے نیچے اوتر ایک اندھیرے کونے میں جا کر اُس سے باتیں کرنے لگا۔

اُس کا دم جوش سے پھول رہا تھا اور وہ کہنے لگا۔ وہ لوگ آرہے ہیں۔ ایک کونے پر میں اور دوسرے کونے پر خوشیال سنگھ کھڑے دیکھ رہے تھے وہ میری طرف سے آرہے ہیں اور آدھے راستے پر آ ہی گئے ہوں گے۔

میں نے پوچھا پہرے میں کتنے سپاہی ہیں۔ اُس نے کہا آٹھ قریب بیس یا بائیس بیوقوف سپاہی پرانی بندوقیں لئے ہیں۔ ایسے ایسے اگر سنو ہوویں تو بھی ہم لوگ انہیں کاٹ سکتے ہیں۔

میں نے پوچھا کیا اُن کی سنگینیں چڑھی ہیں۔

اُس نے جواب دیا ہیں تو سہی۔ پر اس سے کیا ہوتا ہے وہ سب بزدل ہیں۔ اور آپ دیکھیئگا کہ ہمارے ٹوٹتے ہی بھاگ جائیں گے۔

میں نے کہا اچھا دوڑ کر بدری ناتھ سے جو سامنے بیٹھا ہے اطلاع کرو اور کہدو کہ وہ اُدھر سے آوے اور ادھر سے چلتا ہوں جب ہم لوگ انکے نزدیک پہنچیں گے میں جھرنی دونگا۔

یہ چاروں شخص میرے ساتھ چل پڑے اور میں نے ان سے کہدیا کہ جب میں کسی سے بات کرنے لگوں تم لوگ فوراً اپنا کام شروع کر دینا۔ بدری ناتھ کے ساتھ ہی اُس کے ہمراہ ہوگئے اور خوشحال سنگھ بھی پہرا چھوڑ انہیں میں جاملا ہم لوگ سب کے سب اکٹھے دونوں طرف کونے کونے چلے جاتے تھے۔ گو کہ یہ پہلی مرتبہ تھا کہ مجھے انسان مقابل تلوار کھینچنا پڑا تو بھی میں نے خطرے کا کچھ بھی خیال نہ کیا کہ مجھے جی جان کی بازی لگا کر لڑنا ہوگا۔ ہم لوگوں کی ڈھال معمولی طور سے لٹکتی معلوم پڑتی تھی پر در حقیقت اُس کا متھا ہر ایک کے ہاتھ میں مضبوطی سے گرفت تھا اور دستگی ہر ایک تلوار کی کھلی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ ساتھ غفلت کے اپنے خیال میں چلے آتے ہیں۔ اور اگر ہمارے تمام ساتھیوں کی اُلٹی مشکیں مضبوطی سے ایک ہی رسی میں بندھی اور سردار کے ہاتھ میں گرفت نہ ہوتیں تو وہ سب کبھی بھاگ کر آسانی نکل گئے ہوتے اِدھر سے ہم لوگ پہنچے اور اُدھر وہ سب بھی آئے یہ مقام کچھ تنگ تھا۔ میں نے زور سے آواز دی بھائی پان لگاؤ۔ بس یہ ہی جھرنی تھی۔ فوراً ہم لوگوں نے میان سے تلواریں کھینچ لیں اور سپاہیوں پر ٹوٹ پڑے۔

میں نے داہنے اور بائیں دونوں طرف کاٹ کی اور دو شخص اگرے دوسروں نے بھی ویسے ہی ہاتھ مارے میں فوراً سرفراز خان اور اُس کے ساتھیوں کے پاس

پہنچا اور تلوار سے رسیاں کاٹ دیں ہمت خاں کا کہنا صحیح ہوا وہ سب سپاہی قیدیوں کو چھوڑ ہمارے ٹوٹتے ہی اپنی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔

میں نے کہا۔ بھائیو بھاگ چلو ورنہ پھاٹک بند ہو جائیں گے انہی اندھیری گلیوں سے نکل چلو کوئی بھی ہم لوگوں کو نہ پہچانے گا اور نہ کھوجنے کی تکلیف اُٹھائیگا۔ بات کی بات میں ہم سب چھنٹ گئے میں نے اپنی خون بھری تلوار میان کرتے وقت نگاہ کی دیکھتا کیا ہوں کہ پانچ گھایل سپاہی زمین پر پڑے مر رہے ہیں۔ بس اتنا کافی تھا میں نے بھی ایک نزدیک کا راستہ لیا اور اُس پھاٹک پر پہونچا جدہر سے میں اندر وارد ہوا تھا۔ جب میں منجلہ کے تالاب کے باندھ پر پہونچا میں نے تیچے اوتر باغ کا راستہ لیا اور بہتیری گلیوں سے گھومتا ہوا فوراً والد کے مکان پر پہنچ گیا۔

صاحب سپاہیوں پر وہ حملہ اس تیزی اور پھرتی سے ہوا کہ اُس کا بیان میں کسی طور نہیں کر سکتا بلکہ اسکے بیان کرنے میں زیادہ وقت لگتا ہے۔ مجھے اکثر اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ مارا اور راہ چلتوں کا شور غل سن کر کتنے ہی لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لئے اور کوئی بھی ہماری گرفتاری کے لئے نہ دوڑا۔

صبح ہوتے ہوتے ہمارے تمام ساتھی اپنے اپنے مقام پر جا پہونچے۔ مگر اس لحاظ سے کہ اب شہر میں رہنا محفوظ نہ ہوگا۔ والد نے ان سبھوں کو حسین ساگر کے خیمہ میں بھیجدیا اور کہا کہ وہیں ہمارے انتظار ٹھیرنا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ وہاں انہیں تلاش کرنے کوئی بھی نہ جائیگا۔

اب ہم لوگوں کو شہر میں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی فقط اُس مال کو فروخت کرنا باقی رہ گیا جو ہم لوگوں نے ادہر دس روز میں جمع کیا تھا جن میں کوئی بہت بیش قیمتی مال نہ تھا چند موتیوں کی مالا تھوڑے دوشالے اور کئی ایک بغیر جڑے ہوئے جواہر قیمتی تھے جو فوراً فروخت ہو گئے باقی سونے چاندی کا مال ہم لوگوں نے گلا کر اکٹھا ٹھوک کر لیا۔

(انیسواں پرب)

اب مجھے فقط دو کام باقی رہ گئے ایک زہرہ کا پتہ لگانا دوسرے کمال خاں کی
ہنڈیوں کا روپیہ وصول کرنا۔

زہرہ کی تو مجھے بہت کم امید تھی کیونکہ باوجود اس کے جس دن سے میں اُسکے
مکان سے واپس آیا میں نے ہر دم اپنے بھید لیئے وہاں لگا رکھے تھے تو بھی اس
کا یا اس بڑھی کا کچھ بھی پتہ نہ لگا۔ اس بڑھی کو میں نے بہت کچھ دیا تھا اور مجھے
پوری اُمید تھی کہ اگر ممکن ہوگا تو وہ ضرور ہی میرے معشوقہ کی خبر مجھے دیگی میں
خود کئی مرتبہ اوسی جانب سے گذرا کہ شاید کہیں زہرہ اتفاق سے نظر آوے۔ مگر
یہ بالکل فضول تھا اور اب مجھے اُسکے ملاقات کی امید ایک دم جاتی رہی۔

صاحب میں زہرہ سے اس قدر محبت رکھتا تھا کہ اگر مجھے اپنے وحشی
روزگار کا شوق اسقدر نہ ہوتا تو میں اوسی وقت سے مجنوں سا دیوانہ ہوکر ویرانے
کی سیر کرتا پھرتا۔ فقط ایک یہ ہی باعث تھا کہ میں اُس تباہی سے بچگیا۔ مجھے یہ
خیال ہوا کہ دوسروں کی نسبت اپنے کار میں نیچا کیوں دیکھوں اور چونکہ یہ تمام
گروہ میرے ماتحت ہے مجھے ان کے لیئے کام تلاش کرنا اور ہر دم نیک و بد میں
شریک رہنا چاہیے۔

اب مجھے وقت بہت کم رہ گیا پس میں بدری ناتھ اور سونی رام کو ساتھ لے شہر
کو روانہ ہوا ہم لوگ چار مینار کی سیڑیوں پر جا بیٹھے وہاں سینکڑوں طرح کی
گپ اُس جھگڑے کی سننے میں آتی تھیں جو ہمارے اور کوتوال کے سپاہیوں کے
درمیان ہوا تھا کوئی کہتا پچاس یا ساٹھ سپاہی مارے گئے کوئی کہتا ہم نے خود
دیکھا کہ ۴۰ آدمی کوتوال کے زخمی ہوئے ہر ایک شخص اپنی ہی تال بجاتا اور اپنے
تیئں چشمدید گواہ بتلاتا تھا معتبر لوگوں کی زبانی سنا ہوا بیان کرتا ہم لوگ یہ گپ
سنکر دل ہی میں خوش ہوتے اور ان کی بیوقوفی پر ہنستے تھے مگر ہم لوگوں کا مقصد
اس گپ کے سننے کا نہ تھا جس میں ایک ذرا سچائی کی جھلک نہ تھی ہمارا ارادہ
ان ہنڈیوں کے وصول کرنے کا تھا۔ جو ہم نے سید محمد علی کیطرف کمال خاں کے
ہمیانی میں پایا تھا اور پاس اسی غرض سے ہم لوگ چار مینار کو گئے تھے کہ وہاں
کوئی نہ کوئی ان کا پڑھنے والا مل جاویگا۔

وہاں بیٹھے بیٹھے میں نے دیکھا کہ ایک غریب سا شخص پگڑی کے نیچے کان میں قلم کھونسے دوات ہاتھ میں لئے اور کچھ کاغذ بغل میں دبائے چلا جاتا تھا۔ پہلے میں نے خیال کیا کہ اسی سے میرا مطلب نکلیگا۔ جونہی اُس نے میری طرف دیکھا میں نے اُسے انگلی سے اشارہ کیا اور وہ فوراً میرے پاس آکر سلام کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے اُس سے پوچھا تو گجراتی پڑھ سکتا ہے۔

اس نے کہا جی حضور میں پڑھ بھی سکتا ہوں اور لکھ بھی لیتا ہوں یہ تو میری زبان ہی ٹھہری حضور کا کیا حکم ہے۔

میں نے کہا فقط ایک ہنڈی کا پڑھانا ہے اور کچھ نہیں یہ کہکر میں نے ایک ہنڈی اُسے دیدی۔

اُس نے کہا جناب یہ ہنڈی کمال خان کے سُدھر (میں سمجھتا ہوں یہ حضور کا نام ہے) نذیر کے بھاری مل نے بیگم بازار والے گوپال چند لشن چند کے روپیہ آگئی ہے چار سو مدت نو دن کی۔

میں نے پوچھا ٹھیک لکھا ہے نہ

اتنا سنکر وہ اُسے ادہر اُدہر اُلٹنے لگا اور چاروں طرف سے دیکھ بھال کر بولا۔

تو کیا حضور کو اس میں کچھ شک ہے۔

میں نے کہا العیاذ باللہ ایسا نہ کرے اگر یہ کھوٹی ہوئی تو میں اور میرے یہ ساتھی اس اجنبی ملک میں مارے پڑیں گے۔ کیونکہ ابھی اسی بھاری کی ہنڈیاں اس قسم کی میرے پاس اور بھی ہیں۔

اس نے کہا اس میں تو میں کوئی کھوٹ نہیں پاتا خیر آپ اور دکھلائیے میں نے باقی کی ہنڈیاں بھی اُسے دکھلائیں۔

اُس نے کہا یہ سب صحیح ہیں فقط آپ انہیں کوٹھی میں لیجائیں وہاں آپ کو روپیہ ملجائیگا۔

میں نے پوچھا جس کوٹھی کے نام یہ ہنڈیاں ہیں آپ اونہیں لوگ خوب جانتے ہیں نہ۔

اس نے کہا ان کا دیسی ہنڈیوں ہی کا روزگار ہوتا ہے۔ اس سے اور کوٹھیوں کی نسبت کم مشہور ہیں پر تو بھی یہ کوٹھی بہت معتبر ہے۔

میں نے پوچھا ہاں کہاں تم نے اس کوٹھی کا سیٹھ کا نام بتلایا۔

اُس نے کہا بیگم بازار میں حضور کہیں تو میں ساتھ چل کر دکھلا دوں۔

میں نے کہا اچھا چلو ہم لوگ مسافر ہیں شاید جلد پتہ نہ لگے تمہاری اس محنت کے لئے تمہیں کچھ انعام دیا جائیگا۔

اُس نے کہا چلئے چار مینار سے آگے ایک تنگ گلی سے ہوتے ہوئے دہلی دروازے سے نکل ہم لوگ شہر کے باہر ہوئے وہاں سے بائیں طرف گھوم دریا کے پار ہو کر ہم لوگ امیروں کی ایک گھنی بستی میں پہونچے جہاں وہ مہاجن رہتے تھے تمام سڑک اناج کے بارے سوداگروں کی گھڑیاں اور بیل گاڑی سے روکی تھیں۔ ایک طرف گاڑیاں لدی چلی جاتی اور دوسری طرف خالی گاڑیاں چلی آتی تھیں۔ بھیڑ اسقدر تھی کہ ہم لوگ سب پاس ہی پاس چلتے تھے۔ بازار میں کہیں خریداروں اور بیچنے والوں کا شور کہیں بیلوانوں کی گاڑیاں اور ہانکنے والوں کا غل کہیں اناج تولنے والوں کی آواز ملکر اسقدر شور و غل مچ رہا تھا کہ جو میں نے آج تک کبھی نہ دیکھا تھا۔ خیر کسی طرح لوگوں کو ہٹاتے اور دھکا دھکی کرتے ہم لوگ ایک عالیشان کوٹھی کے دروازے پر پہنچے اندر جا کر اس شخص نے ہماری ملاقات ایک گماستہ سے کرائی میں نے نہایت سنجیدگی سے ایک ہنڈی نکالکر اُسے دی ساہوکار ایک بڈھا شخص تھا۔ اس نے پگڑی میں سے چشمہ نکال ناک پر لگایا۔ اور نہایت ہوشیاری سے ہنڈی پڑھنے لگا۔ بعد ازاں اُس نے ہنڈی کو چاروں طرف سے خوب آزمایا اور بار بار گردن اوٹھا کر چشمہ لگائے ہوئے میری طرف شک سے دیکھ دیکھکر کچھ غور کرتا تھا۔

صاحب اگر میں اکیلا ہوتا تو بیشک خوف کھا جاتا۔ مگر چونکہ میرے ہمراہ دو ساتھی اور تھے میں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اگر کسی قسم کا فساد برپا ہوتا۔ تو ہم نے اپنی رہائی تلوار کے زور سے کی ہوتی۔

کچھ دیر بعد ساہوکار نے مجھ سے کہا اگر آپ ذرہ اس کمرہ میں تکلیف کرتے تو

میں آپ سے چند باتیں کرتا یہ کہکر وہ اٹھا اور میں اُس کے ساتھ ساتھ چلا گیا وہاں جاکر اُس نے مجھ سے پوچھا یہ ہنڈی آپ کے پاس کیونکر آئی اور آپ کون ہیں۔

میں نے کہا میں کوئی ہوں آپ کے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ مجھے اِس کا اور باقی کے ہنڈیوں کا بھی روپیہ ملنا چاہئے۔ یہ کہکر میں نے اوسے باقی کی بھی تمام ہنڈیاں دکھلائیں۔ وہ ان سبھوں کو اچھی طرح دیکھ بھال کر کہنے لگا بڑے تعجب کی بات ہے۔ مجھے مطلق سمجھ نہیں آتا کہ آپ نے یہ ہنڈیاں کیونکر پائیں میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کس کے حکم یا اجازت سے آپ یہاں روپیہ لینے آئے ہیں۔

میں نے کہا اُس کے حکم سے جس کے نام یہ ہنڈیاں لکھی ہیں۔

اُس نے کہا اچھا اُس کا اور لکھنے والے ساہوکار کا نام بتلایئے۔

میں نے کہا اس کا نام کمال خاں اور ساہوکار کا بہاری مل

ساہوکار نے کہا نہیں نہیں اس سے کام نہیں چلنے کا آپ نے غلطی کی لکھنے والے ساہوکار کا نام تو چاہئے جس سے آپ معلوم کرسکتے ہیں۔

میں نے کہا تو شاید آپ کو اِس سے کچھ زیادہ تر اعتقاد ہوگا۔ یہ کہکر میں نے اپنے کمربند سے سید کی مہر نکال اُسے دی۔

اُس نے مہر لیکر اچھی طرح دیکھا اور کمرہ کے اندر جاکر کچھ کاغذات ایک صندوق میں سے نکال لایا اُس نے فوراً اوس کے ورق الٹا کر کمال خاں کا حساب نکالا اور کہا یہ دیکھئے سید محمد علی کا حساب اِس میں اوسکی بہتیری مہر چھپی ہیں پس اگر یہ مہر نکلی ہے تو ابھی پتہ لگ جاتا ہے کیونکہ آپ ہی سید صاحب کی مہر دیکھ لیجئے اتنا کہکر اُس نے مجھے ایک مہر جو اُس کے کاغذات پر لگی تھی۔ دکھلائی صاحب میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اس وقت بڑے شش و پنج میں پڑا کیونکہ اگر میں نے اتفاق سے غلط مہر پائی ہوتی تو بیشک میں گرفتار ہوگیا ہوتا پر چونکہ کمال خاں کے پاس اُس وقت دوسری کوئی مہر نہ تھی اور یہ مہر میں نے خود اُس کی اونگلی سے اُتاری تھی مجھے کچھ شک نہ تھا۔ جونہی میں نے اُسکی بہی پر مہر دیکھا مجھے اعتقاد ہوگیا کہ یہ وہی مہر

ساہوکار نے ایک کاغذ کے ٹکڑے کو زبان سے ذرا نم کر کے مہر پر سیاہی لگا کر کہا تو اب میں اسے چھاپتا ہوں - اگر آپ نے کچھ چالاکی کی ہوگی تو فوراً معلوم ہو جائیگا - کیونکہ میں اسے چھاپوں نہ -

میں نے کہا بیشک مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آپ کو دھوکہ دوں سید صاحب نے مجھے یہ مہر فقط آپ کے تسکین کے لئے دی ہے -

اس نے مہر کو کاغذ پر دبا کر اٹھایا اور نقش درست اترا جو ٹھیک ساہوکار کے بہی کی مہر سے ملگیا -

اسے اتنا دیکھ ساہوکار نے کہا ٹھیک گو کہ میں فارسی نہیں پڑھ سکتا مگر حروف اور قد ٹھیک ملتا ہے - اب مجھے کچھ شک نہیں ہے - تو بھی یہ بڑے تعجب کی بات ہے -

میں نے کہا میں سید صاحب کا وفادار اور معتبر گماشتہ ہوں اسی لئے انہوں نے روپیوں کے لئے خود مجھے بھیجا ہے - اگر آپ نہ دیویں تو ویسا کہیے میں اونہیں کہہ دوں - نہیں نہیں ساہوکار نے کہا روپیہ تیار ہے مگر سید صاحب خود کیوں نہیں آئے ہنڈی فقط اُنہی کے نام کی ہے -

میں نے کہا آپ کا فرمانا بجا ہے - لیکن اگر آپ اُن کا بھید جانتے ہوں - جیسا کہ مجھے معلوم ہی ہوتا ہے کہ شاید آپ واقف ہیں تو آپ خوب سمجھتے ہیں - کہ اس وقت شہر میں ان کے حاضر نہ ہونے کا کوئی خاص باعث ہے اور چونکہ اونہیں روپیے کی ضرورت درپیش ہے - اس لئے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے

اس نے پوچھا اور وہ کہاں ہیں -

میں نے کہا یہ میں آپ کو ہرگز نہیں کہہ سکتا اور نہ کسی دوسرے کو بتلاؤنگا آپ کو فقط اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ جب ٹھیک وقت آویگا تو وہ آپ ہی پوشیدگی کے مقام سے نکل آویں گے صاحب اس میں میں نے کچھ دروغ بھی نہ کہا آخیر تو ایک نہ ایک دن اٹھے ہی نگا نہ -

اتنا کہکر امیر علی اپنی چالاکی پر خوب ہنسا اور کہنے لگا -

ساہوکار نے کہا اچھا تو آپ کے روپے ہیں اب کچھ شک نہیں مگر آپ کو چاہیے۔ کب اِن ہنڈیوں میں نو دن کی مدت ہے۔

میں نے کہا اسی دم مجھے مطلق وقت نہیں ہے میں کل علی الصباح روانہ ہو جاؤں گا آپ نو دن کا سود بیشک کاٹ لیجیے مگر پھیرئیے چلتے وقت سید صاحب نے مجھے کہدیا تھا کہ اگر آپ کا کچھ باقی نہ ہو تو آپ ان روپیوں میں سے کاٹ لیجیے اور اگر ان کا کچھ آپ کے ذمہ نکلتا ہو تو اُسے دیکر پچھلا حساب صاف کر دیجیے۔

بہت اچھا ساہوکار نے کہا میں دیکھتا ہوں یہ کہکر وہ بہی کے ورق الٹنے لگا۔ اور حساب نکال بولا یہ دیکھیے سید صاحب کا حساب ہے آخری باقی جو صفر مہینہ کی پندرھویں کو نکلی قریب ایک برس ہوا اس میں ان کا تین سو بارہ روپیہ چار آنہ ہماری طرف نکلا تھا۔

میں نے کہا بہتر ہے تو اب مجھے روپیہ دیجیے اور ایک رسید بھی لکھیے میں اس پر مہر کردوں کیونکہ میں اُسے واپس لیجاؤں گا۔

ساہوکار نے ایک شخص کو اندر سے بلا کر کہا یہ لو ان ہنڈیوں کو بہی پر چڑھا لو اور روپیہ گن کر ایک رسید بھی تیار کردو یہ مہر کرکے آپ کو دیدینگے۔ پھر اُس نے مجھ سے پوچھا ہاں آپ کا نام کیا ہے۔

میں نے کہا مجھے لوگ امیر علی کہتے ہیں میں ایک حقیر ناچیز سید ہوں۔

روپیہ اُسی وقت گِنا گیا اور سود کا کچھ تھوڑا بہت کاٹ کر میرے سپرد کردیا گیا میں نے سید اور اپنی دونوں کی مہر رسید پر کردی اور جب دیکھا کہ ساہوکار نے بہی میں حساب صاف کرلیا تو بیفائدہ دیر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

ساہوکار نے مجھ سے پوچھا یہ کل روپیے آپ کیونکر لے جائیں گے شام ہو گئی اور ایسے وقت میں اتنی جوکھم لیکر یہاں سے باہر نکلنا واجب نہیں ہے۔

میں نے کہا آپ بیفکر رہیے ہم تین شخص اس مال کی حفاظت کے لئے مضبوط اور کافی ہیں۔

اُس نے کہا خیر کچھ ہرج نہیں ہوگا کہ آپ [illegible] بھی وہ شخص حفاظت کیلئے

ساتھ لیتے جاویں۔

اتنے میں وہ شخص جسے ہم ساتھ لائے تھے بول اٹھا اگر مجھے حکم دیجئے تو میں بھی کچھ اُٹھائے چلوں۔ سیٹھ صاحب بھگوان جانتا ہے کہ آج میں نے کچھ نہیں کھایا اور نہ کہیں کچھ ٹھکانا تھا۔ کہ نارائن نے اِن بھلے آدمیوں کو بھیجدیا اور اب مجھے امید ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اُس سے کچھ نہ کچھ زیادہ مجھے ملجائیگا

میں نے کہا اچھا تو کتنا اٹھا سکتا ہے۔

دو ہزار اُس نے کہا۔

میں نے کہا بہت اچھا تو وہ تھیلی اُٹھائے باقی کا روپیہ ہم لوگوں نے تقسیم کر اٹھا لیا اور ساہوکار سے تسلی بات کر روانہ ہوئے جدھر سے ہم لوگ گئے تھے۔ اُدھر سے واپس نہ آئے بلکہ انگریزی ریسیڈنٹ کے بنگلے کے پاس سے پل پر ہوتے ہوئے چند تنگ گلیوں سے نکل شہر کے باہر ہوئے راستہ میں میں نے بدری ناتھ سے رمالنس زبان میں جو میں نے سیکھ لی تھی کہا اس شخص کا بھی کام تمام کرنا چاہیئے کیونکہ ہمارا بھید ساہوکار تک ٹھیک تھا اس کے جاننے سے بہتر نہ ہوگا آپ کی کیا صلاح ہے۔

اُس نے کہا میری بھی یہی رائے ہے۔ اس کی لاش کو کسی کنوئیں میں ڈال دیں گے ایک تو راستہ ہی میں پڑیگا۔ آج صبح کو میں وہاں نہایا تھا۔

میں نے کہا بہت اچھا جب وہ مقام آوے آپ جھرنی دیجئے گا۔ اُس کی محنت اور روپیہ اُٹھانے کی تکلیف کا تمام حساب میں اُس سے طے کر لونگا۔ چلتے چلتے کنوئیں کے پاس پہنچے اور بدری ناتھ نے جھرنی دی میں نے خود آئے رومال اُس کے گلے میں دیا اور چونکہ نوٹوں کی تھیلی اُس کے کاندھے پر تھی رومال بھرپور نہ بیٹھا وہ بہتر اپٹ پٹایا مگر کیا ہوتا ہے میرے ہاتھ تلے پڑ کر شیطان کا بھی دشوار ہے۔ اُس بیچارہ کی کیا حقیقت تھی ہم نے اُسکے کپڑوں میں ایک بڑا پتھر باندھکر اُسی کنوئیں میں ڈالدیا تاکہ وہ تہ میں بیٹھ جاوے

صاحب تعجب کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنی اتنی غریبی اور مفلسی بیان کرتا تھا ہم نے ۳۴ روپیہ اُس کے گھر میں پائے۔
آپ خیال کر سکتے ہیں میری اس کامیابی پر والد کسقدر خوش ہوئے۔ انہوں نے میری چالاکی اور عقلمندی کی قدر دانی میں مجھے اسی وقت ۵۰۰ روپیہ دئے اور بہت تعریف کی۔
اب تو مجھے پھر یہ خواہش ہوئی کہ ان روپیوں کی مدد سے آخری کوشش زہرہ کے لئے کرنا چاہئے مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید میں اُس بڈھی کو جو اپنے تئیں زہرہ کی ماں بتلاتی تھی۔ کچھ گھوس دیکر پھسلا سکوں اور چونکہ چراغ جلگیا میں والد سے کچھ بہانا کر شہر کو روانہ ہوا کچھ دیر بعد اسی گلی میں جا پہونچا دیکھتا کیا ہوں۔ کہ دروازہ کھلا ہے میں فوراً اندر داخل ہوا اور جینے سے چڑھ کر اوپر پہنچ یک بیک اُس بڈھی اور زہرہ کی بہن جینت کے روبرو جا کھڑا ہوا۔
وہ دونوں مجھے دیکھتے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور بڑے ادب اور محبت سے دونوں نے میرا استقبال کیا وہ بڈھی میری بلائیں لیکر بولی میر صاحب محرم کے روز سے آپ اتنے دنوں تک کہاں تشریف رکھتے تھے ہم سب اوسی روز سے آپ کے انتظار ہی کا دم بھر رہی ہیں۔ یہ بیگانگی اور علیحدگی آپ نے کیونکر اختیار کی۔
میں نے دیکھا کہ اس وقت دروازے سے نکالے جانے کی شکایت کرنا واجب نہ ہوگا۔ اس لئے میں نے کہا میں کسی ضروری کام سے شہر کے باہر گیا تھا اور ابھی سیدھا آپ ہی کے پاس ملاقات کیلئے چلا آتا ہوں۔ اماں یہ کہو کہ زہرہ کہاں ہے۔ بلبل کو گل سے کیوں علیحدہ کر رکھا ہے۔
زہرہ بس بڈھی نے کہا ابھی تک آپ کو اُس بیوقوف چھوکری کا خیال بنا ہے کیا زینت بی نہیں ہیں جو آپ کے لئے مری جاتی ہے۔ میر صاحب جب سے اُس نے آپ کی صورت دیکھی ہے۔ دیوانی بن گئی ہے۔
توبہ توبہ زینت نے ناز سے مسخرہ اور منہ ڈھک کر کہا۔
چھین چھین اماں کیا کہتی ہو کیوں اتنا جھوٹ بولتی ہو۔
اُس بڈھی نے کہا میں سچ کہتی ہوں میر صاحب آپ کی خوبصورتی دیکھ اس

بیوقوف لڑکی کا دماغ پھر گیا ہے - اتنا کہکر وہ میرے گال پر پیار سے چٹکیاں
بھرنے لگی - اب میں کیا کروں میں نے دیکھا کہ اگر میں زینت کی جھوٹی محبت
نہیں دکھلاتا تو یہ زہرہ کا بھی کچھ حال نہ سنا دیگی - مگر میں کیا دل سے بھول سکتا تھا
میں اُسکی محبت کے آگے زینت پر نفرت کرتا تھا -

میں نے خیال کیا کہ اب فوراً شرطیں طے کرنا چاہیئے -

میں نے کہا اماں میں آپ کی لڑکی کی محبت سے نہایت خوش ہوں اور
اُسکی محبت بھی واجب ہے تاہم میں زہرہ کو نہیں بھول سکتا نہیں میرے جان
کی قسم سچ کہو - اس سے ملاقات ہو گی یا نہیں میری بات سنو میں کچھ بہت دولتمند
نہیں ہوں کہ ہزاروں روپیئے اُس کے لئے خرچ کر سکوں مگر جو کچھ میرے پاس
ہے - وہ سب اُس کا اور تمہارا ہے - شرطیں کہ تم اُسے میرے سپرد کر دو - کہو
تمہاری کیا مرضی ہے -

اس نے کہا اچھا آپ کیا دیتے ہیں - میں سمجھتی ہوں کہ شاید آپ اِسی شہر
کے کو رئیس ہیں اور صورت تبدیل کر یہ بات طے کرانے آئے ہیں -

میں نے کہا نہیں میں یہاں کا کوئی رئیس نہیں ہوں تو ایک غریب سید
ہوں میں ۵۰۰ روپیہ تمہیں دیسکتا ہوں - بشرطیکہ تم ہمیشہ کے لئے زہرہ کو
میرے سپرد کر دو اگر تم زبان دو تو میں کل صبح حاضر ہوؤں یہیں پر ایک ملاں
بلا کر نکاح پڑھا لیا جائیگا -

اس نے کہا پانچسو روپیہ اور وہ دونوں خوب قہقہہ مار کر ہنسنے لگیں -
پھر وہ بڑھی بولی آپ کچھ نشہ میں ہیں - یا آپ کا مزاج خفط ہو گیا ہے -

میں نے غصہ سے جواب دیا - نہیں میرے ہوش تو درست ہیں - شاید
تم ہی دونوں کو کچھ خفقان سوار ہوا ہے -

اِس بڑھی کمبخت نے کہا اگر یوں ہی ہے تو آپ کو کیا ہوا ہے - کیا آپ
سمجھتے ہیں کہ میں فقط پانچسو ٹھیکروں پر زہرہ کو دیدوں کی پانچہزار دیا اس کا
دونا بھی تو دے کر پہلے دیکھئے -

میں نے کہا کہ تم دونوں شیطان کی بچی ہو اور میں تم پر تھو کرتا ہوں - وہی

کتّے کے موافق دروازے سے مجھے نکال تیرا دل نہیں بھرا اور اب تو مجھے اُس آرام سے بھی محروم کیا چاہتی ہے جو فقط ایک ہی اِس دنیا میں میرے لئے ہے آہ کیا عورتوں کو خدا نے دل ہی نہیں دیا۔

اُس بڈھی خالہ نے غصے سے کہا ہاں ہم نے تجھے نکالدیا اور اب پھر نکالتی ہوں نکل جا یہاں سے اور اگر پھر کبھی تو نے میرے مکان پر آج کے موافق پیر دھرا تو تجھ کتنے اور کتے کے بچے کا سر لاٹھیوں سے تڑوا دوں گی۔

چپ رہ کمبخت رانڈ میں نے کہا خبردار زبان سنبھال کر میرے والد کے بارے میں کچھ کہیو۔

اُس نے کہا اس کے مُنہ میں خاک اسکی قبر کو خدا غارت کرے تیری ماں تب تو میں ہرگز برداشت نہ کرسکا فوراً دروازے کیطرف دوڑا ایک جوتہ ہاتھ میں اٹھا کہنے لگا۔

بس اگر پھر لا زبان کہیگی تو جوتوں سے تیرا منہ توڑ دوں گا۔

وہ پھر مجھے گالیاں دینے لگی اور مجھے سخت غصہ آیا میں ہرگز اپنے تئیں روک نہ سکا میں نے اُس کے مُنہ پر تھوک دیا اور جوتے سے دھڑا دھڑ پیٹنے لگا۔ زینت یہ دیکھکر نیچے سیڑھیوں پر بھاگی اور زور سے چلّانے لگی۔ چور چور مارے ڈالتا ہے دوڑیو دوڑیو اے قاسم اے محمد علی کہاں گئے ہمیں بے عزت کر ڈالا تلوار لاؤ مار ڈالا سے دوڑیو دوڑیو۔

تب تک میں نے اُس بڈھی رانڈ کو خوب پیٹا اور دیکھا کہ اب بھاگنا چاہئے میں نے فوراً دروازے کا راستہ لیا اور زینت کو پکڑ ایک طرف دھکیل دیا میں نے دیکھا کہ وہ بڑے زور سے گری اور میں نیچے سیڑھیوں پر بھاگا آدھی دور سیڑھیوں پر مجھے ایک شخص ننگی تلوار لئے ملا وہ مجھ پر وار کرنے ہی کو تھا کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا نیچے دھکیل دیا وہ لڑکتا ہوا دروازی پر جا پڑا میں نے فوراً اس پر سے اچھل دروازے کے باہر نکل ایک طرف کا راستہ لیا۔

راستے میں میں نے خیال کیا کہ خوب ہوا گو کہ زہرہ مجھے نہ ملی مگر میں نے

اُس بدبختی کمبخت جوتوں سے خوب پیٹ اپنا دل بھر لیا بدری ناتھ میرا حال سن کر خوب ہنسے گا۔

بیسواں پرب

میں ایک رئیس کے رونق دار مکان ہمہ پھاٹک کے نیچے سے چلا جاتا تھا کہ یک بیک ایک میٹھی سی دھیمی آواز میرے کان میں یوں پڑی کہ اللہ کیواسطے میرے صاحب ذرا ادہر آئیے اور میری ملکہ کی رہائی کیجئے۔

میں نے خیال کیا کہ کیا کوئی نیا ماجرا آیا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نوجوان لڑکی مزدوریوں کا لباس پہنے کھڑی ہے میں پوچھا تو کون ہے۔

اس نے کہا میں کوئی ہوں آپ ہی نہ کل تیسرے پہر دو شخصوں کیسا تھ ادہر سے جاتے تھے۔

میں نے کہا ہاں مگر اس سے کیا۔

اس نے کہا بس یہی تو سب کچھ ہے میری ملکہ جس کی خوبصورتی کے آگے مہتاب بھی مات ہے آپ کو دیکھکر دیوانی ہو گئی ہے۔

میں نے کہا میں نہایت افسوس کرتا ہوں میں نہیں جانتا کہ میں کیونکر اس کی مدد کر سکوں۔

اس لونڈی نے کہا مگر آپ کو بیشک مدد کرنا ہوگا ورنہ وہ مرجائیگی آپ میرے ساتھ ہی ساتھ چلے آئیے میں آپ کو لے چلتی ہوں۔

پہلے تو مجھے تامل ہوا کیونکہ میں نے عجیب قصے سنے تھے کہ بہتیری بدمعاش عورتیں مردوں کو پھسلا کر مکان کے اندر لے جا کر مار ڈالتی ہیں مگر یہ خیال فقط لمحہ بھر کا تھا میں نے اپنے دل میں کہا میر علی ہمت کر اور قسمت پر اعتقاد رکھ کے چل انشاء اللہ کچھ نیا تماشہ ہی دیکھنے میں آویگا۔

میں نے اُس لونڈی سے کہا دیکھو خبردار میرے پاس تلوار ہے اگر کسی قسم کا خطرہ ہوگا تو جو میرے سامنے آویگا اس کے گردن پر یہ تلوار پہنچے گی۔

اس لڑکی نے کہا آپ کے سر کی قسم کچھ بھی خطرہ نہیں ہے مالک مکان اپنے تمام آدمیوں کے ساتھ باہر گئے ہیں گھر میں سوائے میرے دو لونڈیوں

اور تین بڈھی عورتوں کے اور کوئی نہیں ہے۔

میں نے کہا تو اچھا چل میں تیرے پیچھے چلتا ہوں وہ مجھے پھاٹک کے اندر سے ایک عالیشان دالان میں لے گئی جہاں ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکی عمدہ لباس پہنے بیٹھی تھی مجھے دیکھتے ہی اُس نے فوراً دوپٹہ سے مُنہ کو ڈھانپ لیا اور کہنے لگی یا اللہ یہ تو وہی ہے کیا میں ایسی خوش قسمت ہوں۔

میں نے کہا بیشک یہ غلام آپ کے قدموں پر ہے۔ اور عرض کرتا ہے کہ اِس برقعہ کو دور کیجیے جس نے سچ معتقد کے نگاہ سے حور بہشت چھپا رکھا ہے۔ اس نے آہستے سے کہا ذرا ہٹ جائیے میری ہمت نہیں پڑتی کہ میں آپ کی طرف نگاہ اُٹھا سکوں اللہ کے لئے ذرا ہٹ جائیے آپ اپنے دل میں کیا خیال کرتے ہوں گے۔

میں نے کہا میں یہ ہی خیال کرتا ہوں کہ میں نہایت خوش نصیب ہوں میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ مجھے ہٹایا ہی چاہتی ہیں تو ایک مرتبہ میری طرف نگاہ کر دیجیے۔

اس نے کہا نہیں میں نگاہ نہیں اُٹھا سکتی آہ وائی۔ تو نے کیا کیا۔

اس بڈھی نے جو وہاں کھڑی تھی مجھے برقعہ ہٹانے اشارہ کیا اور میں نے دیر سے اُسے ہٹا دیا اُس نے آہستے سے مجھے روکا مگر یہ فضول تھا میں نے فوراً اُسے ہٹا دیا اور اس نے ایک مرتبہ آہو سی آنکھیں میرے روبرو کر شرم سے گردن جھکالی میں نے اُسی دم اُسے سینے سے لگا لیا۔

اُس بڈھی نے کہا درست ہے میں ایسا ہی خوش مزاج جوان پسند کرتی ہوں ماشا اللہ یہ تو عجب آدمی ہے یہ کہکر وہ میرے پاس آ بلائیں لیکر کہنے لگی۔ اب تو میں جاتی ہوں رات زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور تمہیں بہت کچھ باتیں کرنا ہے۔

نہیں نہیں اُس نے کہا مجھے اکیلی چھوڑ نہ جاؤ۔

اُس بڈھی نے کہا چپ رہو کیا بکتی ہو پھر مجھ سے کہنے لگی آپ اس کی نہ سنئے یہ کہکر وہ دالان کے باہر چلی گئی۔

میں نے کہا پیاری تم ڈرتی کیوں ہو۔ اپنے دل کا احوال مجھ سے کہو نہ

اس نے کہا صاحب میں نہیں سمجھتی کہ آپ میرے بارے میں کیا خیال کرتے ہوں گے۔ اور میں نہیں کہہ سکتی کہ کیونکر میں کل آپ کو اِدھر سے جاتے دیکھ جی جان سے آپ پر فریفتہ ہو گئی آپ کی خوبصورتی دیکھ میرا دل پانی پانی ہو گیا اور میں آپ کے فراق میں اس قدر گل گئی کہ میری سہیلیوں کو میری جان کا خطرہ معلوم ہوا۔ وہ مجھ سے بولیں کہ ہم سب اُن کی تلاش کرتی ہیں۔ پس اللہ نے میری دعا قبول کر آپ کو بھیجدیا۔

میں نے کہا میں تو تمہارا غلام ہوں اور گل کے محبت کی مانند تم سے محبت رکھتا ہوں۔ کہو اب مجھے کیا حکم دیتی ہو۔

اُس نے کہا تو میرا احوال سنئے اور تب آپ جانیں گے کہ مجھ پر کس قدر رحم کرنا چاہئے۔ میں اُسے مختصر میں بیان کرتی ہوں میرے ماں باپ نہایت غریب تھے۔ جیسی میں ہوں آپ دیکھتے ہی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ میں خوبصورت ہوں لوگوں کی زبانی سنتی ہوں کہ انہوں نے میرے شوہر سے شادی کردی مگر درحقیقت انہوں نے مجھے بیچ ڈالا۔ صاحب میرا شوہر نہایت ضعیف اور ظالم ہے اُس نے مجھے جوتوں سے مارا اور اب میں نے قرآن لیکر قسم کھائی ہے۔ کہ اُس کے مکان میں نہ رہوں گی۔ چونکہ میں قسم کھا چکی تھی میں کل ہی بھاگ گئی ہوتی مگر کل مجھے آپ نظر آ گئے اور میں اللہ سے یہی دعا مانگتی تھی۔ کہ وہ آپ کو بھیجدیوے۔ اب آپ مجھے چاہے جو خیال کریں مگر میری رہائی کیجئے اتنا کہکر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور میرے قدموں پر گر پاؤں سے لپٹ رو کر کہنے لگی اسپھر ہرگز مجھے پناہ دینے سے انکار نہ کریں گے۔ اگر آپ کا دل سخت ہے تو فقط ایک ہی بات میرے لئے باقی ہے۔ میں نے زہر کا تیار کر رکھا ہے۔ بس کل صبح تک مجھے کوئی بھی جیتا نہ پا دیگا۔

میں نے کہا بی بی اللہ ایسا نہ کرے یہ شخص جسے خدا نے بھیجا ہے دلیر اور ہمت ور غلام ہے اِسی وقت میرے ساتھ بھاگ چلو میں تمہیں اپنے والد کے پاس لیچلوں گا۔ وہ تمہیں دیکھ نہایت خوش ہوں گے اور ہم دوسرے ملک کو

یہاں سے سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر نکل جائیں گے۔ جہاں تمہارے شوہر کو مطلق پتہ نہ ملے گا۔

اُس نے کہا ابھی اتنی جلدی۔

میں نے کہا ہاں اِسی وقت میں جان کی بازی لگا کر تمہاری حفاظت کرونگا

اس نے کہا صاحب میری ہمت نہیں پڑتی آہ اگر کوئی دیکھ لیگا تو کیا ہوگا۔ آپ تو بھاگ جائیگا۔ مگر آپ جانتے ہی ہیں کہ پھر میری کیا حالت ہو گی۔

میں نے کہا تو پھر کیا کیا جائے افسوس کہ میں اس شہر میں مسافر ہوں۔ اور دوسری کیا رائے دوں۔

اس نے کہا اچھا میں دایا کو بلاتی ہوں جو وہ کہے سو ٹھیک اری گُلّو۔

اتنے میں وہ بڑھی آکر پوچھنے لگی کیا حکم ہے۔

میں نے کہا سنو۔ میں تمہاری اس بی بی کو دل وجان سے پیار کرتا ہوں۔ یہ مقام محبت کا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جائے خطرے کی ہے۔ پس یہاں سے بھاگ چلنا چاہئیے ہیں اس شہر میں مسافر ہوں اور اِسی وقت اپنے وطن ہندوستان کو روانہ ہونے والا ہوں۔ وہاں میں اسے باحفاظت لے جاؤنگا۔ یہ بھی میرے ساتھ چلنے کو راضی ہے پس فقط تمہاری مدد اور صلاح کی ضرورت ہے۔

اُس نے کہا تمام گھربار چھوڑ کر بیگانے شخص کے ساتھ ہندوستان بھاگ چلنے کی اصلاح اجی ماں بی یہ سراسر پاگل پنے کی بات ہے۔ تم کیا جانتی ہو کہ یہ کون ہے اور تمہیں کہاں لیجائے میں تمہاری مدد نہیں کرسکتی۔ میری خواہش یہ ہی تھی کہ تمہارے لائق کوئی جوان تمہیں ملا دوں اور وہ میں نے ملا دیا مگر یہ پاگل پن مجھے ایکدم ناپسند ہے۔ اِس سے میں تو تمام گھر تباہ ہو جائیگا۔

میں نے کہا اماں میں کوئی دھوکے باز نہیں میں تمہارے سر و چشم کی قسم کھاتا ہوں کہ میں وفادار ہوں ذرا ہم دونوں محبت والوں کی مدد کرو اور جب تک ہم جیتے رہیں گے ہمیشہ رسول اللہ سے تمہارے لئے دعا مانگتے رہیں گے میں کل یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ میرے والد سوداگر ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ چلینگے ہم دونوں کے لئے ان کے پاس بیشمار دولت ہے۔ کیونکہ فقط میں ہی ان کا ایک

رہا کا ہوں ہم لوگ بہت جلد وہ نکل جائیں گے اور خوشی تجھو ہی تمہاری اگر مدد کیلئے
دلہیں دعا کریں گے - اب تم کیا ترکیب سوچتی ہو کیا گول کھنڈ کے راستے میں کوئی
ایسا مقام ہے - جہاں ہماری تمہاری ملاقات ہونے کیلئے طے کیا جائے میں تمہیں
اس کے لئے اچھا انعام دونگا - اور اگر کوئی ترکیب نکالو تو میں ابھی دم تمہیں
۱۰۰ روپیہ دیتا ہوں -

میرے اس کہنے پر اجی ماں کو بڑی ہمت ہوئی اور وہ بڑھی کے قدموں پر گر
کہنے لگی - کہ تم تو مجھے بچپن سے جانتی ہو کیا میں تمہیں اس وقت سے پیار نہیں
کرتی افسوس میرے ماں باپ کوئی بھی نہیں ہے تم دیکھتی ہی تھیں کہ اس نے
مجھے اس وقت جوتوں سے مارا کیا میں نے تمہارے سامنے اس کے گھر چھوڑنے
کی قسم نہیں کھائی اور کیا تم نے بھی میرے سسر کی سوگند نہیں کی - تم میری
مدد کروگی -

اس نے کہا تو میں کیا کرسکتی ہوں میں کیا کروں - افسوس میں لاچار ہوں
مجھ جیسی بڑھی اور کیا کرسکتی ہے -

میں نے کہا - جو تم کروگی سو ہی ہوگا - سچ ہے عورتوں کی عقل کبھی خالی
نہیں جاتی -

اجی ماں نے کہا اماں تم نے حسین شاہ ولی کے درگاہ کی منت مانی تھی - تا
کہ جب میں بیماری سے آرام ہو جاؤنگی - تو تم مجھے لے چلکر ولی صاحب کی نظر
چڑھاؤنگی -

اس نے کہا ہاں میرے گل ٹھیک کہا میں تو اپنی منت ہی بھول گئی تھی صاحب
کیا آپ کل دوپہر کے وقت درگاہ میں مجھے ملسکتے ہیں -

میں نے کہا بیشک میں حاضر ہونگا - دیکھو بھولنا مت میں اس شاہ کے سوا
پچاس روپیے اور بھی تمہاری نظر کردونگا ۔

اس نے کہا خدا آپ پر رحمت کرے اور آپ کی سخاوت کی روز بروز ترقی ہو
صاحب میں اس لڑکی کو بچپن سے پیار کرتی ہوں - گو کہ اسکی جدائی کا صدمہ
میرے دل پر نہایت سخت ہوگا - تو بھی میں اسے آپ کے ہاتھ میں سپرد کرنا بہتر

سمجھتی ہوں۔ نسبت اس کے کہ وہ زیادہ تر بے عزتی اس بڑھے کے ہاتھوں سے برداشت کرے۔

میں نے کہا شکر ہے میں تمہارا اعتقاد کرتا ہوں مگر تم اس کے سر کی قسم کھاؤ کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو گی۔

اُس نے اپنی ماں کے سر پر ہاتھ رکھکر کہا میں اس کے سر کی قسم کھاتی ہوں کہ یہ تمہاری ہو چکی۔

میں نے کہا بس اب مجھے پورا اعتقاد ہوا اب میں ایک مرتبہ ملکر روانہ ہوتا ہوں۔ میرے والد مجھے تلاش کرتے ہونگے۔ انہیں اس بات کا خوف ہوگا کہ کہیں اس بدذات شہر میں کسی نے مجھے مار نہ ڈالا ہو۔

صاحب میں نے اپنی ماں کو نہایت محبت سے دیر تک سینے سے لگا لیا اور تب یوں کہکر اُس سے روانہ ہوا۔

اب کل جو درگاہ میں ملاقات ہوگی تو انشاءاللہ پھر جدائی نہ ہوگی۔ میری پیاری اب تم خوش ہو اور ہمت رکھو کل کا دن ہم لوگوں کے لئے نہایت خوشی کا ہوگا اور میں دل سے دعا مانگتا ہوں کہ ہم دونوں کامیاب ہوں۔

اُس بڑھی نے کہا بیشک بیشک یہاں کسی سے خوف نہ کیجئے نرگس بھی وفادار ہے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ چلیگی باقی کے تمام لوگ مدت ہوئی سو گئے ہیں اور آپ کے یہاں آنے کا حال کوئی نہیں جانتا مگر اب دیر نہ کیجئے یہ مقام خطرے کا ہے۔ نرگس آپ کو سڑک تک پہنچا دیگی۔

اُس نے نرگس کو پکارا اور وہی لڑکی جو مجھے اندر لیوا لے گئی تھی آکر حاضر ہوئی اور مجھے دروازے تک پہنچا کر بولی۔

میاں آپ کو اپنی جان کی قسم اپنے والدین کی قسم دیکھئے وعدہ پر ڈٹے ضرور رہئیگا۔ ورنہ اُس کا جینا دشوار ہوگا۔

میں نے کہا بی بی مجھے کسی قسم کی ضرورت نہیں تمہاری ملکہ نے میرے دل کو پانی پانی کر دیا ہے۔ اور میں اُس کا ہمیشہ کے لئے ہو چکا۔

اُس نے کہا تو بس یہ ہی آپ کا راستہ ہے خدا حافظ۔

ہیں فوراً اُس سے روانہ ہو کر خیمہ میں پونچا۔ والد سوئے تھے میں بھی لیٹ رہا لیکن اللہ اللہ صاحب کیونکر میرا دل دھڑکتا اور سینہ اُچھلتا تھا۔ مجھے ہزاروں مرتبہ وہی خیال اُٹھتا کہ میں اُس پری کو اپنے ساتھ کیوں نہ لے آیا میں بارہا اپنی بیوقوفی پر افسوس کرتا کہ میں اُسے کیوں چھوڑ آیا۔ مجھے فقط زبان ہلانے کی دیر تھی اور وہ گھر بار چھوڑ میرے ساتھ ہو جاتی۔ مگر اب دیر بہت ہو گئی تھی۔ اسی طرح ہزاروں قسم خیالات کرتے کرتے سو گیا اور کتنے ہی خواب دیکھے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ گویا اجی جان کا شوہر ہمارے عین آرام کیوقت آکر تلوار کھینچ اپنی عزت کا عیوض لینے کو مستعد ہے۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ درگاہ کے ملاح ہوں میں سے ایک شخص اُس کا شوہر ہے اور جوں ہی اجی ماں گاڑی میں سوار ہو کر روانہ ہونے کو تھی کہ اُس کے شوہر نے آکر اُسے گرفتار کر لیا۔ اور میں اُس کی رہائی کیلئے جھگڑنے لگا۔ اِس جوش میں میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھتا کیا ہوں۔ کہ والد کھڑے ہیں۔

مجھے جاگتے دیکھ وہ بولے رسول اللہ کے لئے فرزند امیر علی تیرا کیا حال ہے نماز کا وقت ہو گیا اور میں تجھے جگانے آیا تھا دیکھتا ہوں کہ تو خواب میں کسی کا نام پکار پکار کر بڑی کوشش کر رہا ہے۔ میں ٹھیک اُس کا نام نہ سمجھ سکا۔ مگر کچھ اجی ماں سنائی پڑتا تھا تو کیا کر رہا تھا۔ کیا رات کو کوئی بیج تیرے ہاتھ لگا۔

صاحب ہم لوگ اپنی زبان میں اپنے شکار کو بیج کہتے ہیں۔ مجھے یہ لفظ سنتے ہی کچھ تھرتھراہٹ سی آگئی اور میں نے کہا۔

جی نہیں کچھ نہیں چلنے میں وضو کر کے ابھی نماز میں شریک ہوتا ہوں طبیعت درست ہونے پر میں آپ سے تمام احوال عرض کرونگا۔

نماز ختم ہونے کے بعد میں نے رات کا تمام احوال انہیں کہہ سنایا۔ زہرہ کے ماں کے پٹیے جانے کا حال سن کر وہ خوب ہنسے اور بولے کہ تو نے بہت واجب کیا مگر جب میں اجی ماں کا احوال انہیں سنانے لگا۔ تو کچھ نہ بولے آخیر تک سن گئے اور تب مجھے ان کے چہرے سے پھر کچھ امید پائی گئی میں تمام احوال کہکر اُن کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ آپ برائے مہربانی اور عنایت میری یہ عرض بالکل میری کیجیے تو

اونھوں نے کہا امیر علی تو اِس بارے میں بہت زیادہ غرق ہو چکا ہے۔ اگر تو اپنا اقرار پورا نہ کریگا۔ تو اجی ماں اُس زہر کے پیالے کو جو اُس نے تیار کیا ہے۔ پی جائیگی تو اُس کے موت کا سبب ہوگا۔ اور اِس کا داغ ہمیشہ کے لئے تیرے دل پر رہیگا۔ اسی خیال سے میں اپنی اجازت دیتا ہوں میں اب ضعیف ہوگیا ہوں اور چند برسوں کا مہمان ہوں فقط یہ ہی ایک خواہش باقی ہے کہ تیری شادی کر تیری اولاد دیکھ لوں میں نے ہندوستان میں روانہ ہونے کے پیشتر تیرے شادی کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ ناکامیاب ہوئی۔ یہاں کوئی موقع ایسا نہیں ہے اور چونکہ تو اپنی مرضی کے مطابق ایک بی بی پسند کر چکا ہے بس بہتر ہے۔ کہ تیری شادی اُسی کے ساتھ ہو۔ اللہ نے خود تیرے لئے بی بی بھیجدی ہے وہ تجھے مبارک ہو اور یہ بھی تیری خوش نصیبی ہے۔ کہ وہ خوبصورت ہے جیسا کہ تیرے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ تجھے فقط روپیوں کی ضرورت پڑیگی کیونکہ تو اُس آپا کو دینے کا اقرار کر چکا ہے۔ اگر وہ بڑی ماں اپنا کام انجام دے تو میری طرف سے ۵۰ روپیہ اُسے دیجیو۔ بہتر ہوگا کہ تو کچھ سودا ساتھ لیتا جا کیونکہ اس میں سوجھنا ہوگا۔

میں نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں میں نہایت خوش ہوں فقط آپ کی برکت چاہیئے۔ اور میں تمام بندوبست کرونگا آج شام کو آپ سے پٹن چیرو میں ملاقات ہوگی۔

انہوں نے کہا انشاء اللہ خبردار اور ہوشیار رہنا گو کہ کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے مگر بہتر ہوگا کہ تو اپنے چند آدمیوں کو ساتھ لیتا جا۔

بہت اچھا میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا میں اپنے چند معتبر ساتھیوں کو ہمراہ لیتا جاتا ہوں۔

میں فوراً اپنے ساتھیوں کو لے گھوڑے پر سوار ہو روانہ ہونے کو تیار ہوا۔ مگر اجی ماں کے لئے سواری درکار تھی اس لئے میں اُسی دم ایک [illegible] کے پاس جس کے یہاں کرائے کی گاڑی تھی جا پہونچا میں نے [illegible] کی اُمید سے پیشتر ہی بندوبست کر دیا کہ گاڑی کرائے کر لی تھی۔

اس کے دروازے پر پکار کر میں نے کہا کہ غل میں آگیا گاڑی کہاں ہے
اس نے کہا اور زنانی سواری کہاں ہے۔ سو تو کہئے۔
میں نے کہا وہ بھی تیار ہے تو جلدی کر فضول وقت کیوں ضائع کرتا ہے
اس نے کہا تو میری ماں کے لئے ۲۰ روپیہ دیجئے میں بیل جوت کر
گدی تکیہ لگا دیتا ہوں۔
میں نے کہا یہ لے تیرے جان کی قسم برادر ذرا جلدی کر۔
اس نے کہا میں ابھی آتا یہ کہکر مکان کے اندر چلا گیا اور فوراً گاڑی کے پردے
اور گدیاں لیکر باہر نکل بولا۔
یہ لیجیے مسٹر فوراً پردے وغیرہ لگا بیل جوت وہاں سے اچھل کر تلی پر جا بیٹھا
اور کہنے لگا کہئے کہاں چلوں شہر کی طرف۔
میں نے کہا نہیں حسین شاہ ولی کی درگاہ کو چل میں راستہ نہیں جانتا تیری
پیچھے پیچھے چلا آؤں گا۔
اس نے کہا بہت اچھا میں راستہ جانتا ہوں میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ
میں نے پوچھا اُس کا راستہ بیگم بازار کی طرف سے ہے یا کاروان سے
اس نے کہا دونوں طرف سے پڑتا ہے۔ جدہر سے کہئے چلوں۔
میں نے پوچھا کیا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔
اس نے کہا ہے تو مگر اس میں بڑا چکر ہے انگریزی ریسیڈنٹ کے بنگلہ
کے پاس سے گو شاہ محل کو پھرنا ہوگا۔ یہ سڑک بیگم بازار اور کاروان سرائے
کے بہت پیچھے سے جاتی ہے۔
میں نے کہا تو بس اسی سڑک سے چلو میں ان دونوں سے نہیں جانا چاہتا
اس نے کہا بہت اچھا چلئے پس فوراً بیلوں کی دم مروڑ انگو ٹھے سے
انہیں گودا چل پڑا اب پہلے تو بیل آہستے آہستے چلے پھر تیز چلنے لگے۔ جب وہ کچھ
دور آگے بڑھ گیا تو ہم لوگ بھی روانہ ہوئے۔

اکیسواں باب

چلتے چلتے شہر کے باہر ہو گئے اور درگاہ کا راستہ لیا مجھے امید تھی کہ شاید

اجی ماں راستے ہی میں ملجائیے۔ مگر یہ نہ ہوا سڑک کے قریب ایک اونچے مقام پر میں نے گول گنبد اسکے بادشاہوں کا قبرستان دیکھا میں نے ایسی چیز پیشتر نہ دیکھی تھی۔ اسی لیے مجھے زیادہ تعجب ہوتا تھا۔ میں اُسنے دور سے بھی ان کا قد اور ان کی خوبصورتی دیکھ کر حیرت میں آگیا پھر نزدیک جانے پر آپ کیا پوچھتے ہیں۔ ابھی وقت بہت باقی تھا۔ اس لیئے میں نے اپنے دوستوں سے صلاح کی کہ اگر درگاہ بہت دور نہ ہو تو ذرا ایک مرتبہ ان کی بھی سیر کرنا چاہیے میں نے فوراً گھوڑے کو تیز کر گاڑی والے کے پاس پہنچ اُس سے دریافت کیا۔ کہ یہاں سے درگاہ کتنی دور ہے۔

اس نے کہا درگاہ یہاں سے دکھلائی تو نہیں پڑتا۔ مگر وہ ٹھیک اس قبرستان کے پیچھے ایک بڑے تالاب کے کنارے ہے۔ آپ اُسے فوراً پہچان لیں گے کیونکہ اُس کا سفید گنبد اور سنہیلا کنگورا دور سے املیوں کے درخت کے اوپر سے دکھلائی پڑتا ہے۔

میں نے کہا بہت اچھا۔ تم وہاں چلو اور اگر تم سے کوئی پوچھے تو کہنا کہ ہم شہر سے آتے ہیں اور گاڑی کے مالک ابھی پیچھے ہیں۔ تب تک ہم ان قبروں کی سیر کر تم سے فوراً آملتے ہیں۔

گاڑی والا تو سیدھی سڑک سے چلا گیا اور ہم لوگ راستہ چھوڑ بادشاہوں کی قبر کیطرف روانہ ہوئے نزدیک پہنچنے پر ان کی بلندی اور خوبصورتی کاریگری اور وسنکاری دیکھکر مجھے نہایت حیرت اور تعجب ہوا کہیں کہیں اُن کی ٹوٹی پھوٹی حالت اور بربادی دیکھکر دل پر ایک سنجیدہ اثر پیدا ہوتا تھا۔

پیر خان جو میرے ساتھ گیا تھا۔ کہنے لگا افسوس کی بات ہے۔ کہ اس شہر کے رہنے والے ان عمارتوں کے آس پاس باغ نہیں لگاتے میں تو کہتا ہوں کہ اس مقام کو لوگ بطور قبرستان کے بھی بھول گئے ہیں۔

میں نے یہ جیسے ہیں بہتر ہے اس زمانہ کے کمبختوں کی مٹی ان امیروں کے ساتھ نہ ملنا ہی واجب ہے اتنے میں ہم لوگ ایک قبر کی عمارت کے

پاس پہنچے

میں نے کہا دیکھو یہ جو یہاں دفن ہے کسی وقت میں بادشاہ اور شاہزادے تھے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تلوار کی نوک سے ملک فتح کیا اور اپنے قبضوں میں رکھا اور اب کے زمانہ کے لوگ کیسے ہیچ اور کم قدر ہو گئے ہیں۔ کہ فرنگیوں کی دی ہوئی روٹی پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

ہم لوگ ایک تنگ سیڑھی سے مقبرہ کے اوپر پہنچے وہاں سے چبوترے پر نکل بڑے گنبد کے پاس کھڑے ہو کر دیکھا تو شہر کی بستی نیچے گاؤں سی معلوم پڑتی تھی مگر یہ آبادی اُس کے مقابل کچھ بھی نہ تھی جس کا بیان میں آپ سے پیشتر کر چکا ہوں کیونکہ یہاں اُن سفید عمارتوں میں سے ایک بھی نہ دکھلائی پڑتا تھا ہر ایک بڑی قبر کے پاس کئی ایک چھوٹی چھوٹی قبریں نہایت خوبصورت نظر آتی تھیں انسان کا نام ونشان نہ تھا۔ قلعہ کی اونچی بھوری دیوار پر بیل چڑھ گئی تھی اور تمام سنسان معلوم پڑتا تھا۔

اس خاموشی اور بربادی سے ایک عجیب اثر دل پر پیدا ہوتا تھا۔ ہم سب لوگ اِدھر سے اُدھر قبروں کو دیکھتے پھرتے مگر زبان سے ایک لفظ نہ بولتے تھے۔ بعضے بعضے گنبدوں میں زیادہ اندھیرا پایا جاتا اور اُنکے چھت میں جنگلی کبوتر اور چمگیدڑوں کا گروہ نظر آتا تھا جن کے چیخنے اور گنگنانے کی آواز اونچے گنبد میں گونجتی تھی۔ مگر کتنے ہی گنبد بسبب روشنی کے صاف اور خوشنما نظر آتے تھے۔

بعد دیکھنے کئی ایک بڑے بڑے مقبروں کے۔ میں نے کہا بس کافی ہے ہم لوگ یہاں فضول وقت خراب کر رہے ہیں۔ اور وہاں ہماری انتظاری کھینچی جاتی ہو گی۔ دیکھئے وہ سامنے ہی درگاہ ہے۔ بہتر ہے کہ وہاں چلکر تیار رہیں اب وہ آ گئی ہو گی۔

ہم لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور درگاہ کے پاس پہنچکر دیکھا کہ ہماری گاڑی لگی ہے مگر اور کوئی نہیں ہے مجھے گمان ہوا کہ شاید اجی ماں اپنے اقرار کو پورا نہ کر سکی پھر میں نے خیال کیا کہ اگر وہ دوپہر تک نہ آئی تو میں شہر میں

جا کر اُسے تلاش کروں گا۔ کیونکہ اب میں اسے اپنی بی بی سمجھتا تھا۔ پھر میں نے ایسی خوبصورت پری زاد کو اُس ظالم شہر کے ہاتھ میں کیونکر چھوڑ سکتا تھا۔ جو ہرگز ایسے بیش قیمت جواہر کے قابل نہ تھا۔ ہر تاہم ابھی سویرا تھا۔ اور چونکہ درگاہ کا فاصلہ شہر سے میرے خیال کرنے کی نسبت زیادہ دور تھا۔ اُس کے آنے میں کئی ایک گھنٹے کی دیر تھی۔

میں درگاہ کے اندر وارد ہوا اور بعدازاں گذارنے نظر وغیرہ کے میں نے دل و جان سے یہ دعا مانگی کہ یا ولی صاحب میرے اپنے کی مراد بر آوے۔ یہ تمام کام ختم کرنے بعد درختوں کے سایۂ تلے بیٹھ درگاہ کے ملاحوں میں سے ایک شخص سے باتیں کرنے لگا۔ یہ ملاح لوگ ہمیشہ ولی صاحب کی درگاہ میں قرآن پڑھا کرتے ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میں شہر کا رہنے والا ہوں۔ اور اپنی بی بی کی سخت بیماری کے رفع ہونے پر اسے لیکر درگاہ کی زیارت کے لئے آیا ہوں اور چونکہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آگے نکل آیا اُسکی گاڑی پیچھے آ رہی ہے۔

کئی گھنٹے گذر گئے مگر اجی مال نہ آئی۔ صاحب میں نہایت فکر اور تشویش میں پڑا کیا اُس پر کوئی آفت آئی کیا اُس کا شوہر یک بیک واپس آ گیا کیا اس نے مجھ سے جھوٹا وعدہ کیا۔ نہیں نہیں اُسکی تکلیف یاد سکے رنج میں کوئی بہانے سازی نہ تھی۔ مجھے دھوکہ دینے سے اُسے کیا فایدہ تھا۔ دوپہر ہو گئی اور نوبت بجنے لگی۔ اب تک اجی مال کا کچھ نشان نہ دکھلائی دیا۔ سب میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس جا اس پر سوار ہو اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرا اجی کی تلاش میں شہر کی طرف روانہ ہوا ابھی درگاہ کے گاؤں سے باہر نہ ہوا تھا کہ میں نے تین پردے دار گاڑیاں آتے دیکھیں میرا کلیجہ اچھلنے لگا اور میں نے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ مجھے خیال ہوا۔ کہ ان تینوں میں سے ایک گاڑی ضرور اُس کی ہوگی۔ پس میں بھی درگاہ میں چلکر اُس کے انتظار میں ٹھہروں۔

مجھے جلد لوٹتا دیکھکر پیر خان نے اس کا سبب بڑے اشتیاق سے پوچھا

میں نے کہا وہ آرہی ہے۔ فاضل سے کہو کہ فوراً گاڑی تیار کرکے ٹیٹن چیروکے پھاٹک کی طرف سے چلے۔

اتنے ہی میں گھوڑے سے اُتر پھاٹک پر جا کھڑا ہوا۔

پہلی گاڑی آئی اُس میں بہتری کسبیاں بھری تیں جو درگاہ میں گانے کی منت سے آئی تھیں سبب یہ تھا کہ چند روز پیشتر ان میں سے ایک کی آواز بالکل جاتی رہی تھی۔ مگر ولی صاحب کی منت ماننے سے پھر گلا درست ہو گیا تھا وہ گاڑی میرے پاس سے ہو کر نکل گئی اور وہیں سے ان کے درگاہ میں گانے کی آواز میرے کان میں آتی تھی۔

دوسری گاڑی بھی پہونچی اس میں سے تین بڈھی عورتیں مٹھائی کشتیاں لئے ہوئی نکلیں یہ مٹھائی کسی امیر کے گھر سے ملا ہوں کے واسطے اسلئے آئی تھی کہ وہ لوگ اُس گھر کی ملکہ کی آرام ہونے کے لئے جو سخت بیمار تھی ولی صاحب سے دعا مانگیں۔

میں نے فوراً آگے بڑھکر ان میں سے ایک سے پوچھا اماں آپنے کسی گاڑی میں میرے زمانے کی تین عورتوں کو شہر سے ادہر آتے دیکھا ہے۔

اس نے کہا ہاں وہ لوگ ہمارے پیچھے ہی آرہی ہیں اُن کی گاڑی اُسی نالے میں جو راستے میں پڑتا ہے ٹوٹ گئی تھی اور آہستے آہستے آرہی ہے تھوڑی دیر میں پہنچ جاتی ہے۔ عورتیں حفاظت سے ہیں کیونکہ میں نے ان سے کہا تھا۔ کہ آپ لوگ ہماری بھی گاڑی میں آجادیں پر انہوں نے کہا نہیں ہماری گاڑی بن گئی ہے۔ ہم لوگ اِسی میں آدیں گی۔

میں نے کہا الحمد اللہ بھلا وہ حفاظت سے تو ہیں میں صبح سے ان کے انتظار میں بیٹھا ہوں اور نہایت فکر میں تھا۔

اُس بڈھی نے کہا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ نہایت پیلی اور کمزور دکھلائی پڑتی تھی لیکن ماشاء اللہ وہ نہایت خوبصورت اور ہر طرح سے حضور کے لائق بی بی ہے۔

میں نے لاپرواہی سے جواب دیا وہ بہت بیمار تھی اور اب اپنی منت ادا

کرنے کے لئے آتی ہے۔
اس نے کہا اللہ اسے بی بی فاطمہ کی عمر بخشے اور لڑکے بالوں سے
بھرا پورا رکھے مجھے ایسے جوڑے کو دیکھکر دل سے نہایت خوش ہوتی ہے جنہیں
اللہ نے ایک دوسرے کے لایق دیکھکر ملا دیا ہے۔ مگر صاحب اب میں جاتی ہوں
میری ساتھ والی میری انتظاری دیکھتی ہونگی۔
وہ بھی چلی گئی اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ گاڑی جس کے لیے میں اسقدر مشتاق
تھا۔ کونے پر چند مکانوں کے پاس گھومتی اور آتی ہوئی دکھلائی دی اور آہستے
آہستے پھاٹک۔ کے پاس پہنچی صاحب کیونکہ میرا دل اچھلنے لگا میں نے خیال
کیا کہ کیا یہ وہی مری جان میری پیاری ہے یا تیسری مرتبہ مجھے ناامیدی ہوگی
گاڑی کھڑی ہوئی اور وہ بڈھی دایا آہستے سے پردے کے باہر ہوئی
میں اوسی وقت اس کے قدموں پر گر پڑا ہوتا مگر میں نے خیال کیا کہ یہ واجب
نہ ہوگا پس میں فوراً اُس کے پاس پہنچا مگر گاڑی والا مجھے روک کر اور کہنے
لگا۔
جناب یہ زنانی سواری ہے اور یہ اخلاق کی بات ہے کہ آپ ہٹ جاویں
تاکہ سواری کے اترنے میں پردا رہے۔
میں نے کہا چپ رہ بیوقوف یہ عورتیں میری ہی ہیں۔
اس نے کہا تب تو یہ بات ہی دوسری ہے امید ہے کہ حضور کی ناراضگی
اس غلام پر دیر ہونے کے لئے نہ ہوگی گاڑی کا دُہرا نالے میں ٹوٹ گیا اس
سے لاچاری تھی۔ اس کے ٹوٹنے کا کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ ابھی حال ہی محرم
میں میں نے نیا دُہرا لگایا تھا۔
میں نے کہا خیر کچھ پرواہ نہیں اب تو جا لوٹ کر آدیں گے تو تجھے کرایا
چکا دیں گے سامنے ایک خالی گاڑی کھڑی ہے لوٹتے وقت ہم اُسے
کرایہ کریں گے۔
وہ کچھ دور اتر کر چلا گیا اور جونہی میں نے پردہ اٹھا کر اپنی معشوقہ کو بیٹھے
دیکھا میرا کلیجہ مارے خوشی اور جوش کے اچھلنے لگا اور اُس کا بھی چہرا اس

مجھے دیکھتے ہی اس نے کہا شکر خدا کا جو آپ نے اپنے وعدہ پر اس لونڈی کے لئے اسقدر تکلیف اٹھائی ہیں میں نے اُسے سینے سے لگا لیا اور بیشمار بوسے بول پڑے لئے۔

اس بڈھی نے کہا توبہ توبہ کیا آپ دم بھر بھی صبر نہیں کر سکتے پہلے اُسے اُتار دیئے ہم لوگ درگاہ میں ہو آویں۔

میں نے اُسے ہاتھ دھر کے گاڑی سے اُتارا اور وہ برقعہ سے چہرہ چھپا اُس بڈھی نرگس کے ہاتھ پر لٹاک میرے پیچھے پیچھے درگاہ میں پہنچی۔

سب سے اول ہم نے کچھ روپیئے اور تھوڑی مٹھائی جو اجی ماں اپنے ساتھ لائی تھی اُس ملاح کے ہاتھ میں جس سے میں گفتگو کی تھی۔ دیئے اور اس نے ولی صاحب کے قبر کے آگے نظر گذاری اور کہا۔

قبول ہوا اب جو دعا آپ چاہیں مانگیں ہمارے ولی صاحب کی عنایت سے رسول اللہ قبول فرمائیں گے۔

میں نے کہا ملاح صاحب شکر خدا ہے میں فقط اتنا ہی چاہتا ہوں۔ کہ یہ میرے آنکھوں کی موتی تندرست رہے اور خدا اس کی زندگی بخشے درحقیقت اتنے دنوں تک میری جان گویا سولی پر چڑھی تھی مگر اب فضل اللہ سے یہ کچھ آرام ہوئی ہے اور اب یہ ہی دعا ہے کہ یہ تندرست رہے۔ اس نے کہا الحمد اللہ آمین ہمارے ولی صاحب کی برکت کبھی خالی نہیں جاتی۔ میں حضور سے بہتیرے معزز جو یہاں دیکھنے میں آئے ہیں بیان کر سکتا ہوں میں نے کہا اس میں کچھ شک نہیں کہ حسین شاہ ولی کا نام دور دراز تک مشہور ہے اور ہم شہر کے لوگ اسبات کے نہایت ممنون اور مشکور ہیں کہ ایسے ایسے پاک ولی لوگوں کی درگاہ پرانے زمانے میں اس کے اس پاس قائم ہوئی ہے کیونکہ آج کل کا زمانہ اس قدر ذلیل ہو گیا ہے کہ بغیر ان لوگوں کی رحمت کے اللہ تعالی کی سخت خفگی اور ناراضی ہم پر نازل ہوتی۔

ملاح نے کہا۔ بجا ہے حضور کی گفتگو میں مذہبی لذت ہے جس سے ظاہر

ہو سکتا۔

ہم حیدرآباد کے لوگ انگریزوں کے بڑے ممنون ہیں کیونکہ انھوں نے ہمیں مرہٹوں کی لوٹ اور حیدر علی اور ٹیپو کے ظلم سے نجات دلائی ہے۔ ہم لوگ کبھی انگریزوں سے نہیں لڑ سکتے اور ہم لڑ کر ان سے فتح بھی کسی صورت سے نہیں پا سکتے۔ دیکھئے ٹیپو بھی ہار گیا۔ اوس کا قلعہ جو کہ فرانسیسیوں کی رائے سے بنا تھا انگریزوں کے سامنے وہ ایک مٹی کی دیوار تھا۔

میں نے کہا کیا حضور نے اس کو دیکھا تھا۔

نواب صاحب نے کہا۔ یہ سب میرے سامنے کی بات ہے اگر آپ نے بھی دیکھا ہوتا تو آپ کو بڑا تعجب ہوتا کہ کیونکر وہ انگریز پلٹنوں والے اپنے افسر کے سامنے لڑ رہے تھے۔ واقعی یہ لوگ بڑے بہادر ہیں۔ اگر ہم ہندوستانی اونکی طرح لڑتے تو کیا یہ لوگ اس جگہ پر اپنا قبضہ جما سکتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اب سکندر جاہ نے انگریزوں سے صلحنامہ کر لیا ہے اور ہمیشہ محل میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ملک کا تمام انتظام انہی کے ہاتھ ہے۔

میں نے کہا۔ تو کیا آپ خیال فرماتے ہیں شہر میں نوکری کی کوئی امید نہیں۔

نواب صاحب نے کہا ہرگز نہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ آپ کو امید ہے۔ ہاں آپ جیسے نوجوانوں کے لئے وہاں بیسیوں کام کھلے ہیں شاید آپ کو فوج کے افسر لوگ پسند کریں انشاءاللہ آپ کو وہاں کوئی نوکری مل جائے گی۔ میری فہرست تو مکمل ہو چکی ہے اور یہ بھی بہت کم اغلب ہے کہ آپ اپنے ہمراہیوں سے جدا رہنا پسند کریں۔

میں نے کہا جی نہیں یہ ناممکن ہے یہ بیچارے میرے بغیر اس اجنبی ملک میں بھوکے مر جائینگے۔ اور چونکہ اب میں انہیں جمع کر چکا ہوں اسلئے میرا فرض ہے کہ ان کو شہر تک پہونچاؤں۔

نواب صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب زہرہ کا ناچ بھی دیکھئے۔ انشاء اللہ اگر اُس نے اپنے گانوں سے آپ کا دل نہ ہلا دیا تو میں سمجھوں گا کہ آپ بڑے سخت دل ہیں۔

جو طوائف اب تک گا رہی تھی اُسے بیٹھنے اور زہرہ کو کھڑے ہونے کا حکم دیا وہ پیروں میں گھونگرو باندھ کر چمکیلی۔ پشواز پہنکر کھڑی ہوئی پہلے ساز ملائے گئے اور اُس نے ناچنا شروع کیا۔ اُس کی ہر ایک ادا کو دیکھ کر میں ہزار جان سے عاشق ہوگیا۔ اُس کا قد لمبا نہ تھا۔ بدن نہایت سڈول۔ پوشاک اتنی باریک کہ اس کا تمام جسم چمک رہا تھا۔ اُس کے سیاہ دوپٹہ میں گورہ چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا بادلوں میں سے چاند نکل رہا ہے۔ اُس کی بڑی بڑی آنکھیں اور بھی غضب کر رہی تھیں۔

سازندوں نے سرگم کا لہرا بجایا۔ ناچ کے بعد اُس نے گانا شروع کیا۔ اور ایک غزل نہایت عمدہ جس کو میں پسند کرتا تھا گائی جس کی نقل ذیل میں درج ہے

غزل

قدم باہر نکالو یا کہو عاشق سے گھر بیٹھے — کہاں تک انتظاری میں میرا خون جگر بیٹھے
تمہیں فرصت نہ غیروں سے نہ نامہ بر بھی خالی ہے — نظر کب تک کریں صاحب در و دیوار در بیٹھے
وفور عشق کی تاثیر سے تار تصوّر میں — منگاتے ہیں تیرے کوچہ کی گھر اپنے خبر بیٹھے
تغافل ہو چکا یاد آوری کی بھی ضرورت ہے — اسیران قفس کے نوچتے ہیں بال و پر بیٹھے

غزل سنتے ہی میری ایسی حالت ہوئی کہ دل چاہتا تھا کہ اُٹھ کر اسکے قدموں میں گر پڑوں اور بہشت کی پری سمجھ کر اس کی پرستش کروں۔ مگر حیا مانع تھی۔ آخر اُس نے دوسری غزل شروع کی

غزل

بظاہر تو لگاوٹ ہم سے وہ ہر بار کرتے ہیں — خدا جانے مگر دل سے وہ کس کو پیار کرتے ہیں
ابھی کس ہیں وعدہ کا نہیں ہے اعتبار اُنکے — کبھی اقرار کرتے ہیں کبھی انکار کرتے ہیں
یہ حیرت ہے سوال وصل جب ہوگا تو کیا ہوگا — ابھی تو ایک بوسہ پر بھی وہ تکرار کرتے ہیں

خدا ہے پاک اور خوش بخت اپنا فضل کرتا ہے ہماری مشکلیں حل کرتے ہیں

یہ غزل سنکر میری حالت بڑی خراب ہوئی۔ مگر اُس نے مجھے کچھ سوچنے کا موقع نہ دیا بلکہ ساتھ ہی ایک اور تیری غزل گائی جس کو سنکر میں نے اپنی نظر اس کے اوپر ڈالی تا کہ اس کے دل کا حال معلوم کروں۔

معلوم تم کو بھی ہو کسی پر جو آئے دِل ناحق ستایا کرتے ہو صاحب پرائے دل
مٹی ہُوا ہُوا پامال ہوگیا کیا پوچھتے ہو خاک کیوں ماجرائے دل
زخمی اسے کیجئے تیغ نگاہ سے دنیا پڑے گا آپ کو بھی خونبہائے دل
دونوں کا ایک حال ہے ایذائے ہجر میں روتا ہے میرے واسطے دل میں برائے دل
ہے آشنا وہی جو بجھائے لگی ہوئی وہ دوست ہے جو دوست کی خاطر بہائے دل
سنتا ہوں آجکل وہ خریدار دل کے ہیں دھوکا سے کوئی جا کے مرا بیچ آئے دل
اوروں کے جب حضور میں تحفہ گذر چکے ہم نذر دینے کو سر دربار لائے دل



یہ غزل کہکر اُس نے اپنا گانا ختم کیا۔ نواب صاحب جو بغور میری طرف دیکھ رہے تھے بولے کہئے۔ آپ کو اس کا گانا پسند آیا؟

میں نے کہا۔ نہایت عمدہ ہے۔ میرا کلیجہ تو پانی پانی ہو گیا۔ خوش نصیبی تو یہ ہے کہ مجھے یہاں ان لوگوں کے ساتھ رہنا نہیں ہے۔ ورنہ میں تو ہو چکا تھا۔ اپنا کام چھوڑ کر اس کے قدموں میں پڑا رہتا۔

نواب صاحب بولے۔ آپ تو بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ ایسے خیال کو ہرگز دل میں جگہ نہ دیجئے۔ انہوں نے یونہی کتنے لوگوں کو تباہ کر ڈالا ہے۔ یہ لوگ دولت کے بھوکے ہیں اور ان کی طبیعت ہرگز آسودہ نہیں ہوتی۔ سمندر کے موافق بوڈالی دیجئے یہ ہضم کر جاتے ہیں اور چہرے پر سوائے ذراسی مسکراہٹ کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتے۔

میں نے پوچھا کیا ان میں محبت نہیں ہوتی کیا یہ اپنی آشنائے نہ رہتے ہیں۔

مطلق نہیں ان میں محبت کا نام نشان نہیں مجھے تو اس کا تجربہ خوب ہو چکا ہے مگر اب دوسرا شغل ہونا چاہیئے ہمارے یہاں چندنا یا بہروپئے یعنی بھانڈ ہیں۔ جو حال ہی میں ہندوستان ہی سے آئے ہیں ۔

میں نے فقط ایک مرتبہ ان کا جلسہ دیکھا اور ہنستے ہنستے شکم میں بل پڑ گئے آپکو تو اکثر ان کا محاورہ ہوگا مگر مجھے یہ نئی بات ہے سو میں انہیں بلواتا ہوں ۔

میں نے کہا حضور کی فروتنی کے ترقی ہو آپ کی اس غلام پر عین عنائت ہے جس کے قابل یہ ہرگز نہیں ہے انشاء اللہ جہاں اس خادم کی قسمت اسے لے جائیگی وہاں حضور کے نام مسافر پروری کے ظاہر کرنے میں ہرگز کاہلی نہ ہوگی دیکھنا چاہئیے کہ اُن سبھوں نے کون سا لینا شغل ہم لوگوں کے لئے تیار کیا ہے بیشک کوئی ہنسی کی بات ضرور ہوگی ۔

تھوڑی عرصے میں تینوں بھانڈ سامنے آئے اور سلام کر کے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ اُن میں سے ایک شخص عجیب طرح سے منہ بنا کر آگے بڑھا کہ اُسکی شکل دیکھ کر تمام مجلس ہنس پڑی اُس نے کہا کہ حضور ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہمارے ملک میں ایک نہایت عقلمند نواب صاحب رہتے تھے جنہوں نے اپنی ریاست کا بندوبست لاثانی کیا تھا اور جنگ میں ہمیشہ فتحیابی حاصل کرتے تھے اگر حضور کی مرضی ہو تو غلام کچھ ان کا احوال عرض کرے ۔

نواب نے کہا۔ ہاں کہو۔ ہم لوگ سنتے ہیں مگر خیال رکھو کہ گستاخانہ یا ناشائستہ کلمہ زبان سے نہ نکلے کیونکہ تم لوگ خانم کے حضور میں ہو ۔

سبھوں نے کہا استغفر اللہ اور جھک کر جلوں کی طرف آداب بجالائے پھر بولے کہ خانم صاحبہ کی رحمت ہم پر ہو اور اللہ تعالےٰ عمر دراز کرے اور روز بروز اقبال کی ترقی ہو۔ انشاء اللہ ہم لوگوں پر وہ کرم فرمائینگی اور آج ہمارے جامے سونے سے بھر جائینگے ۔

اب اُن سبھوں نے تماشہ آغاز کیا۔ ان میں سے ایک تو نہایت بیہودگی سے کھڑا ہوکے

پہنکر نواب بن بیٹھا قصہ اُس کے لڑکپن سے شروع ہوا۔ کہ وہ کیونکر زمانہ میں پیار سے پالا گیا وہ دونوں بھانڈ کپڑے بدل کر آ گئے۔ ایک تو اُس کی ماں اور دوسرا دائی بن گیا وہ نواب نہایت ناز و نعمت سے پالا گیا۔ پھر آوارہ ہو کر سرکش ہو گیا۔ لوگوں نے کہا اُسے شیطان لگا ہے۔ ایک ملاح بلوایا گیا۔ اور شہر کے پڑھے ہوئے شربت پلائے گئے تب وہ چیخنے اور چلانے لگا۔ ماں اور دائی کو لاشوں سے مار مجلس کے باہر نکال دیا اور جو کچھ اُس کے آس پاس تھا سب اُلٹ دیا۔ اس سے جو گڑبڑ اور شور مچا خاص کر طوائفوں کا اُس سے تمام مجلس میں گل کھل اُٹھا۔

بس تھوڑی ہی دیر میں سب پھر جمع ہو گئے اور آگے کا تماشہ شروع ہوا! اب وہ لڑکا جو ایسا غصے ور اور تیز مزاج ہو گیا۔ رنڈی شراب گھوڑے اور ہتھیاروں سے اُسے شوق بڑھا۔ وہ بے پرواہی کے ساتھ ایک دم آوارگی اور عیاشی میں غرق ہو گیا۔ والدین سے نافرمانبردار ہوا اور قرض لینے لگا۔ دغا باز اور چاپلوسوں نے آکر گھیرا جو اُس کا تمام مال کھا پکا گئے تو شراب کباب اور رنڈیوں میں ایک دم غارت ہو گیا۔ یہاں تک اُنھوں نے اُس کی زندگی کا دوسرا حصہ دکھلایا۔ اب اُس کے والد کا انتقال ہوا اور وہ خاصہ نواب ہوا بڑے گھر کا مالک ہوا تو کرچاکر حکم کے تابعدار ہوئے اور ریاست کا بندوبست ہاتھ آیا۔ ملک پلٹتے ہی اُس نے اپنے تمام پُرانے بھلے بُرے ساتھیوں کو نکال باہر کیا اور ان ضعیف بدمعاشوں کی بھرتی کیا کہ جو اُس کے والد کی جمع لوٹ کر کھا رہے تھے اور جو دولت لوٹنے میں اُس کے پرانے ساتھیوں سے بھی ایک درجہ اونچا رکھتے تھے کچھ روز بعد اُس سے اور پاس ہی کے ایک رئیس سے کچھ کھٹ پٹ ہوئی اور دونوں طرف سے جنگ کے سامان ہونے لگے۔

اب فوج کا بیان چلا کہ کیونکر وہ پہاڑ کھاتے ہیں اور دریا سوکھ جاتے تھے اور کیونکر نواب صاحب خود ان سے ملتے گویا نوشاہ اپنی دُلہن سے ملنے جاتا ہو یا بجلی بادل سے نکلتی ہو یا جیسے برساتی دریا نہایت زور شور سے اُچھلتی

تو وہ چلتی ہوا سے دیکھ کر سب کے سب یوں کانپتے تھے گویا شیر آ گیا ہو۔ اُس کے
گھوڑے اور ہتھیار کا بیان چلا۔ کہ گھوڑا نہایت چست وہ چالاک ہرن سی چھلانگیں
بھرتا اور شیر سی دلیری رکھتا تھا۔ تلوار بھی اُس کے والد کے وقت کی اُس کے
پاس تھی جو ایک ہی ہاتھ میں بھیسے کو لکڑی کی مانند کاٹ سکتی تھی +
خیر نواب صاحب میدان میں پہنچے اور جنگ شروع ہوا۔ گھوڑا آگے
بڑھا اور سامنے سے دشمن کا مقابلہ ہوا۔ یہ دونوں آدمیوں کے گھوڑے پر سوار
ہو کا ٹھکی شمشیروں سے لڑتے تھے۔ تب تو تلوار پر تلوار ٹوٹنے لگی۔ نواب کا گھوڑا
مارا گیا۔ نواب خود بھی گر پڑے اور دشمن کے ہاتھ تلے آ گئے۔ مگر پھر اُٹھ کھڑے ہوئے
اور جنگ نئے سر سے دوبارہ شروع ہوا۔ طرفین سے نئے نئے ہتھیار نکلنے اور آخیر
نواب صاحب فتحیاب ہوئے۔ اللہ اکبر فتحیابی حاصل ہوئی۔ اور غنیم نے شکست
کھائی۔ اب فوج کے قیدیوں پر ظلم اور زنانہ کی لوٹ شروع ہوئی۔ ان میں ایک
لونڈی نہایت خوبصورت قد میں چھوٹی بڑی اور نازک بدن ہرن سی آنکھیں
خوبصورتی میں روم اور فرنگستان کے نازنینوں کی سی گرفتار ہوئی وہ نواب کے
قدموں پر گر پڑی اور نواب صاحب کا دل پارہ پارہ ہو گیا کچھ دنوں کے بعد نکاح
ہوا۔ اور دونوں عیش و آرام سے رہنے لگے۔ مگر ایک ہمسایہ رئیس کے دختر کی خوبصورتی
کا شہرہ اُس کے کانوں تک پہنچا پھر کیا تھا طبیعت میں آگ بھڑک اُٹھی اور وہ
پرانی معشوقہ فراموش ہوئی۔ خیر شادی کی صلاح ٹھہری اور شادی منظور ہوئی
دُلھن آئی اور دونوں محلوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ زنانخانہ کا جھگڑا اُن سبھوں نے
اس خوبصورتی سے بیان کیا کہ چلمن کے اندر سے ہنسی کی آواز دم بھر بند نا ہوتی
تھی۔ نواب صاحب کی نصف عمر تو یونہی گذری لڑکے بالے ہوئے کچھ کچھ شرافت آنے
لگی اور مذہبی تذکروں سے شوق ہوا دربار ملاح بھی حاضرہ میں رہنے لگے۔ جو
چاپلوسی اور خوشامد میں اُن پرانے ساتھیوں سے کچھ بڑھے چڑھے تھے مگر نواب
کی عیاشی باطن میں ویسی ہی قائم تھی گو کہ ظاہرا میں گوشہ نشینی اختیار کی تھی

دنیا انہیں نیک اور عادل سمجھنے لگی اور ان کے دربار وہ انصاف کا بیان ہؤا ان کے مقابل انصاف میں سلیمان سخاوت میں حاتم اور عقلمندی وہ حکمت میں لقمان بھی کوئی چیز نا تھا۔ جوں جوں وہ لوگ ان کی صفت وہ خوبیوں کا بیان کرتے صاحبان نے مجلس نواب صاحب کی طرف خوشی کی نگاہ سے دیکھتے و تعریف کرتے تھے۔

پھر نواب صاحب نہایت ناتوانی وہ ضعیفی کی حالت میں زندگی کا دم بھرتے دکھلائی پڑے۔ بیماری سے حیران اور نیم حکیموں سے گھیرے ہوئے پڑھے ہیں ان سے طاقت اور نوجوانی کی دوا کی درخواست کر رہے ہیں۔ زنانخانہ میں بیگموں کی ترقی ہوتی جاتی ہے جو رات دن اُن کی خوشامد کرتی اور انہیں آگے سے بھی نوجوان بتلاتی پر تو ان کی ایمانداری میں فرق تھا۔ مگر انہیں ایک لڑکا تھا جو اپنے والد سے بھی سبقت لے جایا چاہتا تھا شکل میں مجنون بہادری میں رستم تھا اور اُس کے مقابل اُسکے والد کے دشمن یوں بھاگتے تھے گویا آندھی میں بھوسیاں اڑتی ہوں۔

وہ ضعیف نواب صاحب روز بروز زیادہ ناتوان اور چڑچڑے ہونے لگے اُنکے وہم اور شرطوں کا بیان اس طور سے کیا گیا کہ صاحبان مجلس ہنستے ہنستے لوٹنے لگے۔ آخیر کار نواب صاحب کا انتقال ہؤا اور آخری دم میں ان کو یہ امید تھی۔ کہ بہشت میں ۷۰ حور اور ہمیشہ کی نوجوانی انہیں دستیاب ہوگی۔

انتی نکل کرکے وہ لوگ آگے انعام کے لئے آگے بڑھے۔

نواب صاحب نے فرمایا۔ کہئے میر صاحب۔ آپ کو یہ کھیل کچھ پسند آیا ان لوگوں نے تماشہ عمدہ کیا یا خراب۔

الحمدللہ میں نے کہا۔ اللہ کے کارخانہ عجیب ہیں اور یہ سب خاص اُسکی کاریگری کے نمونے ہیں کیونکہ میں پیشتر بھی بہتیرے بھانڈ دیکھے ہیں مگر وہ ایسے نہ تھے

نواب صاحب نے فرمایا انہیں عمدہ انعام دیا جائیگا باوجود ہنسی وہ دل لگی کے اس نکل میں نصیحت اور تنخ بھی بھرا ہے بہتر ہوتا ہے کہ آج کل نوجوان لوگ اس سے ایک قسم کی نصیحت سیکھتے تو زیادہ تر عقلمندی اور انسانیت اُنمیں ہوتی۔

آمین میں نے کہا۔ حضور کا فرمانا بجا ہے۔ جب میں نے اِسے سُنا تھا تو اسکے
نتیج پر اتنا خیال نہ کیا تھا۔ اب بغور خیال کرنے سے اُسے ویسا ہی پاتا ہوں جب
زیادہ ہو گئی تھی۔ سو رخصت کی پروانگی سے کر میں چلنے کو اُٹھ کھڑا ہوا میں طوائفوں
کے پاس سے گذر رہا تھا کہ ایک بڑھی عورت نے میرا دامن دھر کر کھینچا اور جلدی
سے کہنے لگی کہ اگر موقع ہو تو ایسے ایک شخص دو چار باتیں کیا چاہتا ہے مگر اس بات کو
دل ہی دل میں رکھیگا میں نے آپسے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے میرا خون جوش مارنے لگا
سو میں نے چٹ پٹ ایک روپیہ اس کے ہاتھ میں دیا اور چلتا ہؤا
میں اپنے دل میں خیال کرنے لگا کہ وہ نازنین جو حیدرآباد کے رئیسوں اور امیروں
میں رہ چکی ہے۔ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے جو ہنوز لڑکا ہے۔ اور درباری قاعدوں سے
مطلق ناواقف اور بیخبر ہے پھر خیال کرنے لگا۔ کہ کیا اُس نے میری پوشاک اور شکل
دیکھ کر مجھے دولتمند تصور کر لیا کہ میں اپنی تمام حشمت اس کے لئے برباد کر دوں گا۔ یہ ہی
خیالات میرے دل میں گذر رہے تھے۔ اور میں بغیر ایک لفظ بولے عنقریب اپنے
خیمے کے پہونچگیا تھا۔ کہ بدری ناتھ نے کہا۔ کہئے میر صاحب آپ کی زبان کس نے بند
کر دی۔ آپ کچھ آج کے شب کی شغل کے بارے میں بات چیت نہیں کرتے اور
نا کنچنیوں ہی کا تذکرہ چھیڑتے ہیں اللہ جانتا ہے گو کہ یہ مسلمانی قسم ہے پر تو بھی اگر محمد صاحب
کے بہشت میں اُس کنچنی سی خوبصورت حُور ملے تو میں اندر کا سرگ چھوڑ کر راضی
خوشی مسلمان ہو جاؤں بھلا خیال تو کیجئے کہ کیا اُس ضعیف نواب کے پاس پاس
مرہٹے گاؤں کے قفس میں اُس بُلبل کی طبیعت لگتی ہو گی۔ چاہے آدھا حیدرآباد ہی کیوں
نہ اُس کے قدموں پر حاضر ہے اللہ جانتا ہے۔ میں پھر بھی کہتا ہوں کہ اُسے اُس بڑے
خرانٹ کے پاس سے نکال لے چلنے کی ضرور کوشش کرنا چاہیئے نہ کہ فقط اس لئے کہ
راستے میں عمدہ ساتھ رہیگا مگر اسلئے بھی کہ شام کے وقت ذرا دل بہلاؤ کا سامان عمدہ
رہا کریگا۔ بیشک میں نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ طوائف تو نہایت خوبصورت ہے
اور اس میں بھی کوئی تعجب نہیں کہ اُسکی طبیعت اس اجاڑ دہ گندے مقام پر گھبراتی ہو گی مگر

میں نے کہا وہ راضی ہیں اور مجھے پروانگی دے چکے ہیں - بالکل خود انہوں نے ملاں کو بلوایا ہے - اور اُسے قائل کر نکاح کرنے کو مجبور کیا ہے - فقط وہ میری اور تمہاری انتظاری میں بیٹھے ہیں کہ شرح پڑھکر تمہیں ہمیشہ کے لئے میری بی بی قائم کر دیویں -

اُس نے کہا افسوس میں تو دوسرے کی بی بی ہوں اور نہیں جانتی کہ یہ کیونکر ہو سکے گا -

میں نے کہا اجی ماں تم اُس کمبخت شادی کو فراموش کرو اگر ایسے ایسے عذر کرو گی تو میری جان پر صدمہ پہنچیگا کیا تمارا غلام نہیں تم لوگ اب بہت دور نکل آئے اور تمہارا وہ کمبخت شوہر تمہیں ہرگز نہیں پا سکتا بس اب ایسی باتیں نہ کرو کیونکہ مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اول تو تم میرے ساتھ وہاں سے نکل آئیں اور اب نکاح سے انکار کرتی ہو -

اس نے کہا نہیں نہیں ہرگز ایسا نہ کہیے آپ نے مجھے وُس بیعزتی اور سوت سے نجات دی ہے جو میں اپنے لئے سخت کر چکی تھی آپ کی لونڈی ہوں اور آپ میرے مالک ہیں آپ جو چاہیں سو کریں میں قبر تک آپ کی تابعدار رہوں اتنا کہکر اُس نے اپنا سر میری گود میں ڈالدیا -

میں نے کہا تو اب کلّو کو بلا کر سب احوال اُس سے کہدو اُدھر تمام تیاری ہو گئی ہے -

کلّو آئی وہ میرا ارادہ سن کر نہایت خوش ہوئی اور کہنے لگی -

میر صاحب مجھے اس بات کا نہایت شک تھا - کہ آپ اس طرح اپنے تئیں پابند کریں گے یا نہیں - مجھے رات دن اسی بات کا خیال بنا رہتا تھا - مگر اب میری طبیعت بیفکر ہوئی - اور میں نہایت خوشی دھرجی کے ساتھ ہیں جو اسے کا ہاتھ آپکے ہاتھ میں دونگی خدا آپ پر برکت بخشے اور آپ بیٹے اور پوتے دیکھیں - کی مراد دیکھیں نہایت عمدہ ہوتا کہ میں آپ کے ساتھ چلتی مگر میری ضعیفی کے سبب میری تندرستی اجنبی ملک میں درست نہ رہیگی آپ کی سخاوت اور اس لڑکی کی تکلیف رہائی سے میں نہایت آسودہ ہوں اور جب میرا وقت آویگا میں آرام سے قبر میں جاونگی -

میں نے کہا تو جلدی کرو یہاں ایک پردہ ڈال دو اور میں ملاں کو بلا لاتی ہوں تم بہنوں اس کے پیچھے بیٹھ جاؤ اور باہر شہر پڑا جاتا ہے۔

ایک کپڑا خیمہ کے اس پار سے اُس پار تک کھینچ دونوں طرف لکڑی گاڑ کر باندھ دیا گیا جیسے والد ہیں اور دو ملاں ایکطرف بیٹھے اور عورتوں کی نشست پردے کے دوسری طرف ہوئی۔

والد نے کہا ملاں جی آغاز کیجئے سب درست ہے۔

اس نے اپنی کتاب کھولی اور عربی کی معمولی آیتیں پڑھنی شروع کیں میں ان کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکا اور نہ وہ خود سمجھتا تھا مگر اُس کا پڑھ دینا ہی فقط کافی تھا۔ رسومات سب ختم ہوئے اور اجی مال ہمیشہ کے لئے میری ہو گئی۔

صاحب اگر میں بیدر کے شہر اور قلعے کو جن کی میں نے اسقدر تعریف سنی تھی بغیر دیکھے وہاں سے روانہ ہو گیا ہوتا تو مجھے سخت رنج اور افسوس رہتا اس لئے عنقریب شام کو میں اپنے والد کے ساتھ چند شخصوں کو لیکر شہر دیکھنے کیلیے نکلا اول تو ہم لوگ پرانے مدرسہ کے پاس سے گذرے جو بالکل برباد ہو گیا تھا آگے کے حصے میں تمام نیچے سے اوپر تک نہایت عمدہ اور باریک مینہ کا کام کیا ہوا تھا۔ اور اُس مینار میں بھی جسے ہم لوگوں نے دور سے دیکھا تھا ایسا کام تھا۔ دوسرے مینار کا اوپری حصہ ٹوٹ کر چاروں طرف جگہ کا پڑا تھا ان سب چیزوں کے دیکھنے سے گمان کر سکتا تھا کہ برباد ہونے سے پیشتر یہ عمارت کیسی عالیشان اور رنگین رہی ہوگی اور لنگر بیپ کی مسگتر ہیں ابھی عمارتیں ہیں تھی بدقسمتی سے بارود میں آگ لگنے کے سبب آدھے کا حصہ بالکل اُڑ گیا اور ایک مینار گر کر چور چور ہو گیا تھا۔ گویا لرزہ سے زمین سے تمام برباد ہو گیا ہے۔

آگے بڑھ کر ہم لوگ اُٹھے ہوئے پرانے قلعے کے سامنے کے میدان میں پہنچے ڈھیر کے ڈھیر بے شمار ٹکڑے ہوئے تھے جو اکثر دیواروں پر سے گر پڑے تھے اور مقبرہ بھی جھکے ہوئے دعا ئی پڑھتے تھے اُن کی تباہی کی گواہی اور قدیم کو دیکھ کر ان کے بنانے والوں کی عقلمندی اور دستکاری کی ترقی ظاہر ہوتی تھی اور کہ وہ دن کو یہ خوبصورتی تھی کہ جب اچھا اچھا لوگ اس دنیا سے اٹھ گئے تو ایک اندھیرا گیا

خاک میں ملجاتا ہوگا۔ یہ عالیشان عمارتیں سینکڑوں برس سے کھڑی تھیں مگر اب انہیں محلوں میں جہاں کسی زمانے میں بادشاہ بیگمات اور دلیر سپاہی رہتے تھے اُلو چمگیدڑ اور جنگلی کبوتروں کا ڈیرا پڑا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا افسوس کہاں ہے وہ بادشاہ اور شاہزادے کہاں ہے وہ اُن کی شاہی رونق اور وہ کہاں ہے۔ وہ بہادر سپاہ جنہوں نے پرانے زمانے میں ان بلند قلعہ اور محلوں کا انتظام کر بارہا دشمنوں کے دانت کھٹے کئے ہیں افسوس صد افسوس کہ وہ سب خاک میں مل گئے اور یہ شاہی محل تمام برباد اور اجاڑ ہو گئے پس جیسی ان کی بربادی تھی۔ ویسا ہی سناٹا بھی چھایا تھا۔ فقط دیواروں کی بربادی اور تباہی کی ویرانی نہ تھی نہیں بلکہ وہ نہایت مضبوطی سے کھڑے تھے کہیں کہیں دیوار کے سوراخ میں سے توپ کے بھدے نظر آنے سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب بھی یہ مقام دشمنوں کے مقابل ٹھہر سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ محافظت والوں میں سے اب کوئی بھی نہ تھا۔ ہم لوگوں نے خیال کیا کہ یہاں کوئی بھی انسان نہ ہوگا اور پھاٹک کی طرف بڑھے پھاٹک نہایت بھاری اور مینا گری کے کام سے لدا تھا۔ جیسا کہ ہم لوگ پرانے مدرسے اور گول کنڈے کے مقبروں میں دیکھ چکے تھے۔

ہم لوگ کھڑے میت کے ساتھ قلعہ کے پھاٹک کو دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک سپاہی نے آکر پوچھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔

والد نے کہا ہم لوگ مسافر ہیں اور آج کے دن شہر میں ٹکے ہیں ہم لوگوں کی خواہش ہے کہ جس قلعہ کے بارے میں ہم لوگوں نے اسقدر دھوم سنی ہے اُسے تو ایک مرتبہ یہاں آنے پر ضرور دیکھ لینا چاہئے۔ ہم لوگوں کو اندر جانے کی اجازت ملسکتی ہے۔

اس نے کہا بیشک آپ جیسے اشرافوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے بلکہ ہم لوگ بخوشی تمام چیزیں جو اندر سے دیکھنے کے لائق ہے دکھلادیں گے۔ آپ لوگ میرے ساتھ ساتھ چلے آئیں۔

ہم لوگ اُس کے ساتھ چلے اور دو پھاٹک آگے بڑھکر جہاں سے دشمن کا گذرنا نہایت مشکل اور دشوار تھا۔ تیسرے پھاٹک پر پہنچے یہاں ہمارے اس رہنما نے

کہا اس کے اوپر کے کمرے قابل دیکھنے کے ہیں اگر آپ چاہیں تو میں دکھا دوں

میں نے کہا بیشک ہم لوگ اسی لیے آئے ہیں اور بخوشی تمام چیزیں دیکھیں گے وہ سپاہی لوگوں کو ایک تنگ سیڑھی سے اوپر لیگیا جہاں چھوٹے چھوٹے بہتیرے کمرے مینا کاری کے کام کے نظر پڑے ان کے رنگ کی رونق اور رنگکاری کی باریکی دیکھکر عقل حیران تھی یہاں کا کام باہر کی کاریگری سے کہیں عمدہ اور نفیس تھا قرآن شریف کی آئتیں سفید چمکتے ہوئے حرفوں میں کارنس کے چاروں طرف آسمانی زمین پر لکھی تھیں۔ اوپر کے چھت اور دیواروں میں ہر طرح کے پھول اور پتیاں اس خوبصورتی اور باریکی کے ساتھ بنی تھیں کہ ان کے رنگ اور چمک پر ذرا بھی زوال نہ تھا گویا ابھی کل ہی بنکر تیار ہوئی ہے۔

میں نے والد سے کہا یہ چیزیں لاجواب ہیں اگر یہ عمارتیں بھی ایسی ہی رہتیں۔ تو آئیندہ زمین کے لوگ دیکھتے کہ ان کے بنانے والوں کی کیسی دولت اور حشمت تھی۔

انہوں نے کہا اس سے بڑھکر دوسرا ثبوت اس زمانہ کے تن آسانی اور پست ہمتی کا ہو نہیں سکتا۔ اُس زمانے کے بادشاہ نیک سخی اور بہادر ہوتے تھے۔ ان کے ریاست کی دولت شہر کی رونق سدھارنے اور عالیشان عمارتوں کے بنانے میں صرف ہوتی تھی تاکہ ان کا نام ہمیشہ کے لیے قائم رہے اب انہیں ریاستوں کی آمدنی یا تو بیفائدہ جمع کی جاتی یا فضول خرچی میں اڑائی جاتی ہے اب کوئی مکانات یادداشت کے نہیں بنائے جاتے دلیر بادشاہوں کے روبرو جنگی فوج دیکھنے میں نہیں آتی کہ وہ کبھی اپنے مالک کی بہادری دیکھکر تلوار کے زور سے اسکے نام کی ترقی کریں اب شہنشاہ شاہجہان اور عالمگیر کے خاندان کے لوگ پنشنیں پاتے اور دکن کے بہادر بیچارے ٹکڑوں پر اوقات بسر کرتے ہیں۔

ہمارے اُس رہنما سپاہ نے کہا سچ ہے جب کھانے کو روٹی ہی میسر نہیں تو سپاہ کہلانے سے کیا فائدہ ہم چند لوگ جو بچے ہیں ان ویران عمارتوں اور ٹوٹے محلوں کے ارد گرد گھوما کرتے ہیں ہمارے دشمن فقط چپنے نہیں دیتے ہیں جو روز بروز بسبب فیاضی جنگل کے بڑھتے جاتے اور ہمارے نکالنے کی کوشش میں لگے

رہتے تھے۔ ادھر جناب ذرا اس کھڑکی میں سے دیکھئے اس کھلے میدان کا نام جہاں سے آپ ہوتے ہوئے آئے ہیں فتح میدان ہے۔ یہاں بیدڑ کے بادشاہوں کی نشست ہوتی تھی اور ان کے سامنے ان کی بہادر فوج سپاہ ٹکٹ سے آکر ہر طرح کے ہتھیار کی کثرت اپنے مالک کو دکھلا کر خوش کرتی تھی۔ پھر دوسرے کھڑکی میں سے جا کر بولا یہ دیکھئے سامنے انکی قبر ہے وہاں ان کا جسمانی وجود دفن ہے۔ مگر ان کی روح بہشت میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں رونق پاتی ہے۔ ہم لوگ اسی کی کیفیت دیکھنے لگے اور درحقیقت ایسا مقام پھر دیکھنے میں نہ آیا ہم سب زمین سے اس بلندی پر تھے کہ گویا ایک چھوٹی پہاڑی پر کھڑے ہیں۔ اس مقام پر جہاں زمین گویا آسمان پر ملی تھی تمام نیلا دکھلائی پڑتا تھا اور نزدیک کے کھیت اور گاؤں وغیرہ صاف نظر آتے تھے گویا کسی نقشے پر کھینچے ہوں ان کے درمیان قبروں کی عمارت اور ان کے سفید گنبد غروب آفتاب کی لال روشنی میں چمکتے ہوئے نہایت خوبصورت جان پڑتے تھے۔

میں نے کہا جب وہ لوگ اپنے فوجی سپاہ اور ملک کو دیکھتے ہوں گے تو اپنے تئیں لاثانی بادشاہ خیال کرتے ہوں گے۔

میں فتح میدان کی تمام کیفیت خیال کر رہا تھا۔ اور اس میدان میں سپاہیوں کا کثرت کرنا ہتھیاروں کی ورزش دکھلانا۔ درباریوں اور مصاحبوں کے تعریف کا گونجنا اور بھیڑ کا جمع ہونا سب سلسلہ وار میرے خیال میں آرہا تھا۔ کہ والد نے کہا چلو دیر ہوتی ہے ہم لوگوں کو بلد واپس ہے۔

وہاں سے ہم پھر انہی رہنما کے ساتھ چلے اور ایک خندق کے اوپر اونچی سڑک پہ پہنچے۔ اس پل پر کھڑے ہونے سے خندق کی چوڑی اور گہرائی نہایت عمدہ طور سے نظر آتی تھی خندق کے تہ میں سڑا ہوا پانی بہت جمع ہوا تھا جو بسبب گذشتہ ہونے کے نہایت گندا ہو گیا تھا۔ یہ خندق نہایت عقلمندی کے ساتھ پہاڑی چٹانوں میں چاروں طرف قلعہ کے حفاظت کے لئے کھودا گیا تھا نیز اس کی دیوار کھڑی تھی اور ہر ایک کے بیچ بہت زیادہ فاصلہ رکھا تھا۔ جس سے ایک مرتبہ نہایت مضبوط دشمن بھی حملہ کرنے سے کامیاب نہ ہو۔

[illegible]

جہاں پہلے سپاہیوں کے رہنے کی جگہ تھی وارد ہوئے وہاں سے نکل کر ان مکانات کو دیکھتے ایک فراخ میدان میں جا پہنچے۔ جہاں کی تباہی اور بربادی باہر سے بھی بڑھ کر دیکھنے میں آئی محل اصطبل دفتر خانہ حمام میگزین تمام ایک رنگ تباہ ہو گئے تھے۔ جن کے دیکھنے سے ایک طرح کا صدمہ دل پر پہنچتا تھا۔ کیونکہ ان کی بربادی مرمت کے باہر تھی اور بہت سے عنقریب گرنے کے ہو رہے تھے۔ یہاں سے روانہ ہو کر ہم لوگوں نے وہ چیز دیکھی جو درحقیقت نہایت عجیب تھی یعنی ایک برج کے اوپر ایک بہت بھاری توپ نظر آئی جس کی بابت ہمارے رہنما نے بیان کیا کہ بیجاپوری ہے اس برج پر سے نیچے کے میدان کی تمام کیفیت نظر آتی تھی سورج ڈوبنے کا وقت ہو گیا اور قلعہ کی چوڑی شعاعیں میدان میں پڑتی تھی دور کے مقامات بسبب شام کی تاریکی کے کم نظر آنے لگے شہر کے گائے بھینس جو میدان میں چرنے لئے آئے تھے اوپر چڑھائی پر چڑھنے لگے اس سناٹے میں کبھی کبھی ان کے ہوکرنے کی آواز اور گھنٹیوں کی سنسناہٹ جو ہر ایک کے گلے میں بندھی تھی سنی پڑتی اور گوالے کے بانسری کی میٹھی میٹھی سریلی آواز دور سے کان آتی تھی۔

ہم لوگ یہاں زیادہ نہ ٹھہر سکے جس راستے سے گئے ادھر ہی سے واپس آئے گو کہ میری خواہش ٹھہر کر ان برباد مکانات کے کوٹھیوں کے بھی دیکھنے کی تھی مگر بسبب بہت دیر ہو جانے کے لاچاری تھی اس لیے ہم لوگ اس رہنما کو اس کی محنت اور اخلاق کے لئے کچھ انعام دے کر اپنے خیمہ کیطرف روانہ ہوئے۔

صاحب بیدر سے لیکر ہمارے ایلچپور پہنچنے تک کوئی واردات قابل بیان نہیں۔ یہاں سے ہم لوگوں نے اپنا قدم مکان کیطرف پھیرا منگرول اور مرادتی سے واپس ہو کر ہم لوگ دوسرے راستے سے لوٹے ان دونوں شہروں سے ہمارا واپس آنا واجب نہ ہوتا کیونکہ ہمارا ہوشیار کا گم ہونا اب تک امراوتی والوں کے دلمیں ترو تازہ تھا اور ہمارا پہنچنا ہرگز شبہ سے خالی ہوتا پس ہم لوگوں نے نندیر سے جو گوداوری پر واقع ہے برہان پور کا راستہ لیا اور جب بیرار کی ترائی میں اکولا نامک شہر کو پہنچے تو وہاں سے ایلچپور کیطرف روانہ ہو کر بمحافظت اس شہر

ہیں پہنچے آپ یہ ہرگز خیال نہ کریں گے کہ ہم لوگ اس لمبی سفر میں بالکل سست اور بیکار رہتے تھے۔ نہیں نہیں ہم لوگوں کا روبراہ انہی جوش اور کامیابی کے ساتھ ہوتا جاتا تھا کہ جسے ہم نے اسے آغاز کیا تھا کوئی بھی مسافر چاہے کیسا ہی غریب کیوں نہ ہو جو ہمارے ہمراہ ہو جاتا یا جسے ہم بہکا کرتے آنے ہمارے ہاتھ سے نہ بچنے پاتا تھا گو کہ اس طرح کی کاروائی سے کوئی گہرا مال ہمارے ہاتھ نہ لگا۔ تاہم وہ راہ خرچ کے لئے کافی تھا۔ اور ہم لوگوں کو اپنے پاس سے ایک پیسہ بھی صرف نہ کرنا پڑتا تھا۔

علیچ پور میں ہم لوگوں نے حسین شاہ دولہا کی درگاہ کے چند عالیشان املی کے درختوں کے تلے ڈیرا کھڑا کیا یہ نہایت خوشنما مقام تھا درگاہ کے نیچے ایک چھوٹا سے دریا جو پاس ہی کے پہاڑی سے نکلا تھا بہتا تھا۔ اور اس کے کنارے کے اوپر ہی ولی صاحب کی درگاہ درختوں کی باریوں میں بنی تھی جہاں ہر طرح کا مذہبی آرام اور راحت نظر آتا تھا وہاں پہنچے اور کچھ آرام کرنے کے بعد میں اپنے خاک آلودہ کپڑے وغیرہ بدل چند ساتھیوں اور اجی ماں کو ہمراہ لے درگاہ میں نظر گذارنے گیا کہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ اس لئے ادا کیا جاوے کہ اس نے تمام سفر میں ہماری حفاظت اور خبرداری کی۔

بعد اس کے میں نے اجی ماں کو خیمے میں بھیج دیا اور ملاہوں سے ادہر ادہر کی گپ سپ کرنے لگا۔ تاکہ کوئی نیا شکار ہاتھ لگے۔ کیونکہ علیچ پور جیسے بڑے شہر سے مجھے سب کچھ مال ہاتھ لگنے کی امید تھی۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ ادہر ادہر کی باتیں کرتے رہے آخر کار ملاہوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں تشریف لے جاتے ہیں میں نے کہا میں گھوڑے کا سوداگر ہوں اور ہندوستان سے گھوڑے لیکر حیدرآباد کو گیا تھا۔ اب انہیں فروخت کرکے واپس آتا ہوں۔

اس نے پوچھا اور یہ لوگ جو آپ کے ہمراہ ہیں کون ہیں۔

میں نے کہا ایک تو میرے والد ہیں جو خود سوداگر ہیں بہتیرے ان میں سے

سائیس اور نوکر ہیں جو ہمارے گھوڑوں کے ہمراہ تھے اور کچھ ہی ان میں سے مسافر ہیں جو آتے وقت راستے میں ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں۔

ملاح نے کہا تو آپ کے ساتھ خاصہ ایک قافلہ ہے۔

میں نے کہا بیشک اور چونکہ ہم لوگوں کا گروہ زیادہ اور مضبوط ہے ہمارا ارادہ ہے کہ ہنتول سے ہوتے جبل پور کو جاویں گو کہ یہ راستہ چھوٹے چھوٹے گروہوں کو خطرناک ہے مگر ہمارے جیسے بڑے گروہ کو کچھ نقصان نہیں پونچا سکتا۔

اُس نے جواب دیا بیشک اِس راستے سے آپ کو جانے میں بہت پھیر بچ جائیگا جو آپ کو ناگپور کے راستے سے پڑھتا اور چونکہ آپ جنگل کے راستے سے جاتے ہی ہیں۔ اگر چند مسافر اور بھی آپ کے ہمراہ ہو جائیں تو شاید آپ کو کچھ بھی عذر نہ ہوگا میرے ایک کرم فرما بھی اُدھر سے جایا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا ہرگز نہیں بشرطیکہ وہ مسافر اشراف اور عزت دار ہو۔

اُس نے کہا وہ شخص جن کی ذکر میں آپ سے کرتا ہوں نہایت عزت دار ہیں اور درجہ میں نواب سے کسی طرح کم نہیں وہ اپنے بھتیجے کے پاس جو بھوپال میں نواب ہے ملاقات کے لئے جاتے ہیں۔

میں نے کہا اوہو میں ان کے بارے میں سن چکا ہوں شاید آپ نواب بنجی خان کا ذکر کرتے ہیں۔

اُس نے کہا جی ہاں بجا فرماتے ہیں وہ نہایت سپاہ مرد ہیں افسوس ہے کہ انہیں بنجی یا بھنگ کا زیادہ شوق ہے اور اسی باعث ان کے نام کا خوف دشمنوں پر اسقدر غالب ہے کہ وہ لوگ سنتے ہی خوف میں آجاتے ہیں۔

میں نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں خان صاحب کی بہادری کی شہرت ہمارے ملک ہندوستان میں اکثر ان کی زبانی سننے میں آتی ہے۔ جو ادھر سے اودھ کسی طرف کو جاتے ہیں۔ میں انہیں اپنے ساتھ لیجانے میں نہایت خوش ہوں کیونکہ سنتا ہوں کہ وہ بھی ایک لاثانی شخص ہے۔

ملاح نے کہا آپ کا سننا بھی سچ ہے نواب صاحب اکثر شام کیوقت یہاں آکر بھنگ وغیرہ چھانتے اور ہم لوگوں سے گفتار کیا کرتے ہیں آج شام کو جب

وہ تشریف لاویں گے میں آپ کو اطلاع کرا دوں گا۔ اگر اُس وقت آپ ذرا خیمہ سے یہاں تکلیف فرماویں تو میں آپ کی ملاقات ان سے کرا دونگا۔

میں نے کہا یہ آپ کی عنایت ہے فلاں صاحب آپ اُس وقت مجھے بلوا بھیجیے گا اور میں فوراً آپ کے حکم پر بخوشی حاضر ہونگا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اُس سے روانہ ہوا۔ یہ ایک ایسے بیج کی اُمید ہوئی جو تمام پیشتر کے شکاروں سے بڑھکر ہونے والا تھا۔ اُس کا نواب کا درجہ اور بہتیرے آدمیوں کا اُس کے ہمراہ ہونا اور اُس کے غائب ہونے پر ملک میں شور کا مچنا وغیرہ ایسی باتیں تھیں کہ جو میرے جیسے ٹھگ کو جس کی خاص غرض ناموری اور دولت پیدا کرنے کی تھی۔ جوش دلانے کے لئے کافی تھیں۔

میں نے اپنی اُمید کا ایک لفظ بھی کسی دوسرے سے نہ کہا میں نے یہ ارادہ مصمم کر لیا تھا کہ اسکی ترکیب اور اس کا انجام دینا میں کل اپنے ہاتھ میں رکھوں گا۔ اگر میں کامیاب ہوا تو میرا نام ہمیشہ کے لئے پختہ ہو جائیگا۔ اور جب کہ میرے ساتھ اتنے مددگار ہیں تو میں کبھی ناکامیاب نہیں ہو سکتا۔ اُسی دم مجھے یہ خیال ہوا۔ کہ چونکہ نواب مرد سپاہی ہے وہ ناک تک ہتھیاروں سے کسا ہوگا میں اس کا مقابلہ کیونکر کر سکوں گا۔ مگر پھر میں نے سوچا کہ میرا یہ خیال محض فضول ہے میں اپنی لیاقت اور ٹھگوں کی ورزش پر زیادہ اعتقاد رکھتا تھا۔ ماسوائے اس کے میں پیدل اور گھوڑے کی پیٹھ پر بھی نہایت عمدہ تلوار کا ہاتھ رکھتا تھا۔ اس لئے چاہئے کوئی ہی انسان کی شکل ہونے سے میں ہرگز خوف نہ کھاتا تھا۔

میں نے کہا۔ امیر علی تم اور تمہارے تمام قوم کے اکثر لوگ انگریزی سے تو ہمیشہ خوف کھاتے ہیں تم لوگوں نے آج تک کبھی کسی انگریز پر حملہ نہ کیا شاید تمہاری ہمت نہ پڑتی ہوگی۔

امیر علی یہ سن کر خوب ہنسا اور بولا۔ نہیں صاحب آپ کا فرمانا غلط ہے ہم لوگوں نے کبھی ایسے خود نہیں کھایا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ آپ پر حملہ ہونا غیر ممکن ہے

جب آپ گنگ گھوڑے کی پیٹھ پر سفر کرتے ہیں اس وقت آپ پر حملہ کرنا لاحاصل ہے۔ کیونکہ آپ لوگوں کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں نکلتا۔ خیمے میں آپ کے پاس بیسیوں نوکر رہتے ہیں۔ اور رات کو ہمیشہ سخت پہرا رہتا ہے۔ ہاں آپ کی ڈاک سواری میں ممکن ہے کہ ہم لوگ آپ کی پالکی میں سے چند روپیئے پا جاویں۔ مگر اُسوقت بھی آپ لوگ اکثر ہتھیار بند رہتے اور پستول ساتھ رکھتے ہیں۔ اور خطرہ اس بات کا رہتا ہے۔ کہ کار انجام کے پیشتر شاید ہمارے دو ایک شخص مارے جائیں۔ سب سے بڑھکر بات یہ ہے کہ اگر آپ لوگوں میں سے ایک کا بھی پتہ نہ لگے۔ تو اسقدر شور وہ تحقیقات ملک میں مچتا ہے کہ ہم لوگوں کو جان بچانا مشکل پڑتا ہے۔ اور آپ لوگوں سے دستیاب شدہ مال کے اس کے فروخت کرنے پر گرفتار ہوجانے کا بہت زیادہ خطرہ رہتا ہے۔

میں نے ہنسکر جواب دیا تمہارا یہ کہنا بہت درست ہے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ شاید تم لوگ پستول سے زیادہ خوف کھاتے ہو۔ پر خیر تم اپنا احوال بیان کرو میں نے ناحق بیچ میں روک دیا۔

اس نے کہا خیر صاحب میں نہایت بیقراری کے ساتھ شام تک نواب کی انتظاری کھینچتا رہا۔ میں اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھا تھا دیکھتا کیا ہوں۔ کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار چند نوکروں کو ساتھ لئے شہر کیطرف سے آرہا ہے۔ مجھے یہ دیکھکر اور بھی تعجب ہوا۔ کہ اُس کے ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکی ایک چست گھوڑے پر سوار ہے وہ ہمارے خیمے کے پاس سے ہوتا ہوا دریا کے پار ہو درگاہ میں وارد ہوا میں نے کہا کیا یہی میرا ہے یونہی بیٹھا خیال کر رہا تھا۔ کہ ایک ملاں کا ایک شخص مجھے بلانے کے لئے آیا اور میں بھی اپنی ڈھال اور تلوار اُٹھا۔ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔

نواب سنجی خاں بہادر اُس ملاں کے پاس بیٹھا ہوا جس کا بیان میں پہلے کر چکا ہوں۔ اپنے بھاگ کا کٹورہ چھان رہا تھا۔ ارد گرد اس کے چند ملاں کھڑے تھے جن میں سے دو ایک نے چہرے پر تلوار کے نشانات دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہوں نے جنگ کے میدان میں اپنے مالک کے ساتھ نہایت بہادری دکھائی

ہے ان کے پیچھے وہ خوبصورت نازنین لونڈی جس کا بیان میں پیشتر کرچکا ہوں بیٹھی دوسرا تازہ پیالہ نواب صاحب کے لئے تیار کرنے کا سامان کر رہی تھی۔ ملاں میں مجھے پیش کرکے کہا حضور یہ ہی وہ نوجوان شخص ہے جس کا ذکر تابعدار نے حضور سے کیا تھا۔ اس کی تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضور خود دیکھتے ہیں کہ یہ شخص عزت دار اور نیک خاندان ہے اور حضور جیسے اعلیٰ درجہ کے رئیس کے ہمراہ کے قابل ہے۔

میں نے اپنے تلوار کے مٹھے سے نظر گذاری اور انہوں نے اُسے چھو کر حکم دیا کہ گلیچہ پر بیٹھ جاؤ۔

اس وقت میں نے شاہنشگی اور تکلف کا دکھلانا نہایت واجب سمجھا پس میں نے نہایت آجیری سے عرض کی کہ بندہ اس قابل ہرگز نہیں کہ حضور کے روبرو اس گلیچہ پر بیٹھے میرے لئے زمین کی عزت بہت ہے۔ اتنا کہکر میں اپنے تلوار اور ڈھال کو گلیچہ پر آگے رکھ دو زانوں ہو فرش کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ جونہی میری تلوار پر انکی نگاہ پڑی۔ انہوں نے کہا میر صاحب یہ ہتھیار تو نہایت عمدہ ہی کیا میں اسے دیکھ سکتا ہے۔

میں نے فوراً تلوار کا مٹھا اُن کے آگے کرکے عرض کی۔ یہ حضور کی نظر۔ انہوں نے کہا نہیں نہیں میر صاحب میں اسے لینے کی خواہش نہیں کرتا مگر مجھے ایسے چیزوں کے دیکھنے کا نہایت شوق رہتا ہے۔ اور میں نے اسی قسم کی چند نایاب چیزیں جمع کی ہیں۔ جو کبھی موقع پا کر میں آپ کو دکھلاؤں گا۔

انہوں نے اُسے نہایت ہوشیاری کے ساتھ میان کے باہر کھینچا اور جب دیکھکر نہایت خوش ہوئے اور یوں مسکرائے گویا کسی پرانے دلی دوست سے بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی ہو۔

صاحب اب میں نواب صاحب کی شباہت بیان کرتا ہوں۔ یہ شخص بدن کا لمبا اور نہایت مضبوط تھا خاصکر اس کے دونو بازو جھین ململ کے کرتے کے نیچے سے جھلکتے اور نہایت گٹھیلے جان پڑتے تھے۔ بدن سے وہ کچھ موٹا تھا۔ شاید یہ عمر کا اثر ہو۔ اس کے داڑھی مونچھ کے گھونگرالے بالوں میں سے

بال پکے ہوئے تھے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید بہت زیادہ بھنگ پینے سے یہ اثر
پیدا ہوا ہو۔ چہرہ اس کا نہایت خوبصورت اور عالی خاندان کا ظاہر کرنے والا
تھا۔ اسکی چوڑی پیشانی کی بندش کچھ ابھری ہوئی اور خون سے بھری تھیں آنکھیں
اس کی بہت چمکیلی اور نہایت تیز تھیں۔ مگر بسبب منشی کے کچھ پھولی اور لال ہو
رہی تھیں۔ اس لئے انہیں خوبصورت نہیں کہہ سکتا تھا۔ ناک اسکی پتلی اور لمبی اور
نتھنوں کے سوراخ بڑے تھے۔ اس کا منہ چھوٹا مانند کمان کے جھکاؤ پر تھا۔
اور لمبے لمبے داڑھی اور مونچھوں کے بال سے چھپا ہوا یوں معلوم پڑتا تھا گویا
وہ کسی پر حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہو اس کے چہرے سے ریاست جھلکتی
تھی۔ چاہے اسے کیسی ہی غریبی پوشاک پہنا دی جائے۔ مگر اسے دیکھتے ہی
سے ہر ایک بشر کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی بہادر سپاہ اور عالی خاندان کا شخص ہے
گلے میں اس کے سوائے بڑی بڑی موتیوں کے ایک مالا کے اور کوئی زیور نہ تھا
لباس اس کا نہایت سادہ اور بہت سوفیانہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے بدن
پر دو داغ برچھیوں کے لگے ہیں۔ ایک آگے کیطرف گردن اور دوسرا چوڑے
سینے پر مہین کپڑے کے اندر سے نظر آتا تھا۔ صاحب سبزی خاں اسی طرح
کا بہادر شخص تھا کہ اس نے کئی ایک لڑائیوں میں دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے
تھے۔ اور اسی شخص کو میں نے اول موقع پانے پر اپنا شکار بنانے کا ارادہ کیا۔

وہ تلوار کو اتنی دیر تک بغور دیکھتا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید یہ تلوار کسی اس
شخص کی ہے جو میرے والد کے رومال تلے پڑ چکا ہے اور جس سے نواب صاحب
سے کسی قسم کی شناسائی ہو۔ میں دلمیں غور کر رہا تھا کہ اگر یہ مجھ سے پوچھے گا
کہ تم نے یہ تلوار کہاں سے پائی تو میں کیا جواب دوں گا۔ کہ اتنے میں اس نے
اپنی انگلی آہستے سے اس کے دھار پر پھیر کر کہا دوست من معلوم ہوتا ہے۔ کہ
آپ بھی جنگ کے میدان دیکھ چکے ہیں۔ اس عمدی تلوار میں بازجگہ کاٹ کے
نشانات پڑتے ہیں۔ جو پرانے سپاہ کی نگاہ سے ہرگز نہیں چوک سکتے۔ کہئے یہ
نشانات اس میں کیونکر آئے۔

میں نے کہا جی ہاں ہندوستان سے آتے وقت راستے میں چند

ڈاکوؤں سے مقابلہ ہو گیا تھا۔ اور میں نے اُسے ان ڈاکوؤں کا احوال جو
تے راستے میں ملے تھے سنا دیا۔

اُس نے کہا خوب ہوا مگر میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ اُس کامیابی کے
بعد اُن ڈاکوؤں کے پیچھے چلے گئے ہوتے تو دو چار بدمعاش اور بھی کٹتے۔ اگر
آپ کا دل پیچھے نہ ہٹتا تو میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ یہ تلوار ہرگز خالی نہ جاتی۔

میں نے جواب دیا کہ نواب صاحب بندہ کا دل آج تک اپنے معاملوں
میں ہرگز پیچھے نہیں ہٹتا مجھے جو لوگ جانتے ہیں۔ اس بات سے خوب واقف
ہیں کہ بندہ ہمیشہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ میں اپنی مردانگی دکھاؤں
مگر اس وقت میں اور کیا کر سکتا تھا ہم لوگ بہت تھوڑے تھے۔ جنگل نہایت
گھنا تھا رات کے وقت اُن کا پیچھا کرنا غیر ممکن تھا۔

اس نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر اب آپ سبزی خان کے ہمراہ قسمت
آزمائی کیجئے۔ اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں آپ کو دوں لیکن
انشاء اللہ وہ وقت جلد آیا چاہتا ہے۔ کہ بہادر لوگ کچھ نہ کچھ نام پیدا کر سکیں۔
میرے یار دوست محمد نے مجھے جلد بلوایا ہے اور لکھا ہے۔ کہ انہیں نئی چڑائی
کے لئے دلیر سرداروں کی ضرورت ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کی شکل
اور بہادری دیکھکر وہ نہایت خوش ہونگے آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ اس
قابل ہرگز نہیں ہیں کہ تمام عمر گھوڑے ہی فروخت کیا کریں اور اگر آپنے اس
سوداگری میں کچھ روپیہ جمع کر لیا ہے تو بہتر ہے کہ آپ اُس سے چند دلیر لوگوں
کو جمع کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں دوست محمد کو آپ جیسے نوجوانوں
کی ضرورت ہے اور انشاء اللہ ہم لوگ نام پیدا کرنے کے لئے ضرور کوشش
کریں گے ✤

میں نے کہا بندہ نوازی کی عین نوازش ہے میری طبیعت ہمیشہ اسطرف
رغبت کرتی ہے جب آپ کی اتنی عنایت ہے تو مجھے ضرور نوکری ملیگی اور
جب ایک مرتبہ کوئی کام میرے سپرد ہوگا۔ تو میں دکھلاؤں گا۔ کہ میں
ہرگز پیچھے رہنے والا نہیں ہوں ✤

انہوں نے کہا میں اس سے نہایت خوش ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلئے گا میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ چند سپاہی ہیں اور چند مسافر بھی ہیں۔ سیدھے جبل پور کی سڑک سے چلنے سے آپ کی کیا رائے ہے گو کہ یہ راستہ خراب ہے۔ مگر مجھے وقت بہت کم ہے ناگپور کا راستہ گو کہ ڈاکوؤں کے خوف سے خالی ہے۔ مگر اس میں بہت پھیر پڑتا ہے ✤

میں نے کہا غریب پرور آپ سے ملاقات ہونے کے پیشتر ہی میں نے اُس راستے سے جانے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ ہمارا گروہ زیادہ ہتھیار بند اور مضبوط ہے۔ مگر اب آپ کے ساتھ ہونے سے مجھے کسی قسم کا دغدغہ رہا چور یا ڈاکوؤں سے مجھے کچھ بھی خوف نہیں ہے اور شاید حضور بھی اُن سے بے خطر ہیں۔

اُس نے کہا ٹھیک چونکہ آپ کا ساتھ ہے مجھے ہرگز خوف نہیں۔ ورنہ اُن چند لوگوں کے ہمراہ جو میرے ساتھ نہیں ہیں میں اقرار کرتا ہوں کہ میری ہمت جنگل سے جانیکی نہ پڑتی کیونکہ چور ڈاکو لوگ اُسطرف گھومتے ہیں۔ وہ نہایت مضبوط اور بیرحم ہیں اور اگر سنجی خاں ایسی ایسی لڑائیوں کے بعد کسی اجنبی جا پر اُن کے ہاتھ پڑ جائے تو نہایت افسوس کا مقام ہے۔

میں نے دل میں کہا نواب صاحب جس جنگل کا آپ کو خوف ہے۔ اُسی جنگل میں آپ کی موت اُنہی لوگوں کے ہاتھ ہوگی اور جس مقام پر سنجی خان کی قبر ہوگی وہاں کوئی مقبرہ بنانے والا نہ ہوگا ✤

اُس نے کہا تو میر صاحب آپ کب تشریف لے چلئے گا کیا کسی کام کے سبب آپ کو یہاں کچھ دیر لگیگی ✤

میں نے کہا جی نہیں میں نے تو کل ہی صبح روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا ہے اگر حضور چاہے تو میں چند روز ٹھہر سکتا ہوں ✤

انہوں نے کہا افسوس کل تو نہیں مگر پرسوں علی الصبح میں آپ سے میں ملاقات کر سکتا ہوں اور تب ہم لوگ ساتھ ہی روانہ ہوں گے ✤

میں نے کہا جو حکم میں وقت پر تیار رہونگا۔ اگر اجازت ہو تو میں اب

نسلی بات عرض کروں +

اونہوں نے کہا بے شک اب میں آپ کو زیادہ تکلیف نہیں دیا چاہتا کیونکہ اب میں بھی روانہ ہونگا - آج میرے دوست سعادت خاں کے یہاں کچھ جلسہ ہے اور میں وہاں پہونچنے کا اقرار ان سے کر چکا ہوں +

میں اپنے خیمے کو واپس آیا اور گو کہ میری طبیعت نہایت رغبت کھاتی تھی - کہ میں اس ماجرے کو والد سے بیان کروں - مگر میں نے اسے تب تک روک رکھا کہ جب تک نواب صاحب اگر ہم لوگوں میں شامل نہ ہو جاویں اُس وقت میں واجب طور سے اُن کی ملاقات والد سے کراؤنگا +

تیسرے دن ہم لوگ روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ نواب صاحب نے میرے خیمے کے پاس گھوڑا کھڑا کر میرے بارے میں دریافت کیا -

میں فوراً باہر نکل آیا اور اُن سے صاحب سلامت ہوئی اتنے میں میرے والد بھی آ گئے اور اُن سے میں نے نواب صاحب کی ملاقات کرائی بعد ازاں معمولی صاحب سلامت اور خیر و عافیت کے والد نے میری طرف مطلب آمیز نگاہوں سے دیکھا جسے نواب صاحب نے کچھ بھی نہ سمجھا - مگر میں نے فوراً اُس کا جواب اسی طرح دیا اور والد سمجھ گئے اُن کا چہرہ مارے خوشی کے چمک اُٹھا اور مجھے بھی نہایت راحت حاصل ہوئی کیونکہ میں ہی اس شکار کو گروہ کے لئے پھنسا لایا تھا -

کچھ دیر بعد ہمارا قافلہ روانہ ہوا - جیوں جیوں دن چڑھتا تیوں تیوں نواب صاحب کا بدن اور چہرہ زیادہ تر کھلتا جاتا تھا وہ ایک نہایت مضبوط ترکی گھوڑے پر سوار تھے - جو اپنے مالک کے ران تلے سینکڑوں طرح کی عمدہ چال بدلتا اُچھلتا کودتا قدم بھرتا چلا جاتا تھا - گھوڑے پر گلناری مخمل کا چار جامہ پڑا جو گو کہ کچھ میلا ہو گیا تھا - تو بھی بسبب زری کے خوبصورتی اور رونق داری میں لاثانی تھا +

مگر میرا اسپ سے زیادہ خیال اُس سوار کی طرف تھا جو اپنے معمولی پوشاک کے اوپر نہایت چمکیلا بخمہ کا کرتا پہنے ہوئے تھا - کمر میں اس کے بہت باریکی کام کا کشمیری

انہوں نے کہا میں اس سے بہت خوش ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلنے لگا ہیں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ چند سپاہی ہیں اور چند مسافر بھی ہیں۔ سیدھے جبل پور کی سڑک سے چلنے سے آپ کی کیا راۓ ہے گو کہ یہ راستہ خراب ہے۔ مگر مجھے وقت بہت کم ہے ناگپور کا راستہ گو کہ ڈاکوؤں کے خوف سے خالی ہے۔ مگر اس میں بہت چکیر پڑتا ہے ✤

میں نے کہا غریب پرور آپ سے ملاقات ہونے کے پیشتر ہی میں نے اُس راستے سے جانے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ ہمارا گروہ زیادہ ہتھیار بند اور مضبوط ہے۔ مگر اب آپ کے ساتھ ہونے سے مجھے کسی قسم کا دگدغا رہا چور یا ڈاکوؤں سے مجھے کچھ بھی خوف نہیں ہے اور شاید حضور بھی اُن سے بے خطر ہیں۔

اُس نے کہا ٹھیک چونکہ آپ کا ساتھ ہے مجھے ہرگز خوف نہیں۔ ورنہ اُن چند لوگوں کے ہمراہ جو میرے ساتھ نہیں ہیں میں اقرار کرتا ہوں کہ میری ہمت جنگل سے جانیکی نہ پڑتی کیونکہ جو ڈاکو لوگ اُسطرف گھومتے ہیں۔ وہ نہایت مضبوط اور بیرحم ہیں اور اگر سنجی خاں ایسی ایسی لڑائیوں کے بعد کسی اجنبی جا پر اُن کے ہاتھ پڑ جاۓ تو نہایت افسوس کا مقام ہے۔

میں نے دل میں کہا نواب صاحب جس جنگل کا آپ کو خوف ہے۔ اُسی جنگل میں آپ کی موت اُنہی لوگوں کے ہاتھ ہوگی اور جس مقام پر سنجی خان کی قبر ہوگی وہاں کوئی مقبرہ بنانے والا نہ ہوگا ✤

اُس نے کہا تو میر صاحب آپ کب تشریف لے چلئے گا کیا کسی کام کے سبب آپ کو یہاں کچھ دیر لگیگی ✤

میں نے کہا جی نہیں میں نے تو کل ہی صبح روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا ہے اگر حضور چاہے تو میں چند روز ٹھہر سکتا ہوں ✤

انہوں نے کہا افسوس کل تو نہیں مگر پرسوں علے الصبح میں آپ سے یہیں ملاقات کر سکتا ہوں اور تب ہم لوگ ساتھ ہی روانہ ہوں گے ✤

میں نے کہا جو حکم میں وقت پر تیار رہونگا۔ اگر اجازت ہو تو میں اب

اصلی بات عرض کروں ؛

اونہوں نے کہا بے شک اب میں آپ کو زیادہ تکلیف نہیں دیا چاہتا کیونکہ اب میں بھی روانہ ہونگا۔ آج میرے دوست سامت خاں کے یہاں کچھ جلسہ ہے اور میں وہاں پہونچنے کا اقرار ان سے کرچکا ہوں ؛

میں اپنے خیمے کو واپس آیا اور گو کہ میری طبیعت نہایت رغبت کھاتی تھی۔ کہ میں اس ماجرے کو والد سے بیان کروں۔ مگر میں نے اسے تب تک روک رکھا کہ جب تک نواب صاحب اگر ہم لوگوں میں شامل نہ ہو جاویں اُس وقت میں واجب طور سے اُن کی ملاقات والد سے کراؤنگا ؛

تیسرے دن ہم لوگ روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ نواب صاحب نے میرے خیمے کے پاس گھوڑا کھڑا کر میرے بارے میں دریافت کیا۔

میں فوراً باہر نکل آیا اور اُن سے صاحب سلامت ہوئی اتنے میں میرے والد بھی آ گئے اور اُن سے میں نے نواب صاحب کی ملاقات کرائی بعد از اں معمولی صاحب سلامت اور خیر و عافیت کے والد نے میری طرف مطلب آمیز نگاہوں سے دیکھا جسے نواب صاحب نے کچھ بھی نہ سمجھا۔ مگر میں نے فوراً اُس کا جواب اسی طرح دیا اور والد سمجھ گئے اُن کا چہرہ مارے خوشی کے چمک اُٹھا اور مجھے بھی نہایت راحت حاصل ہوئی کیونکہ میں ہی اس شکار کو گروہ کے لئے پھنسا لایا تھا۔

کچھ دیر بعد ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ جیوں جیوں دن چڑھتا تیوں تیوں نواب صاحب کا بدن اور چہرہ زیادہ ترکھلتا جاتا تھا وہ ایک نہایت مضبوط ترکی گھوڑے پر سوار تھے۔ جو اپنے مالک کے ران تلے سینکڑوں طرح کی عمدی چال بدلتا اُچھلتا کودتا قدم بھرتا چلا جاتا تھا۔ گھوڑے پر گلناری مخمل کا چار جامہ پڑا جو گو کہ کچھ پہلا ہو گیا تھا۔ تو بھی بسبب زری کے خوبصورتی اور رونق داری میں لاثانی تھا ؛

مگر یہ اسپ سے زیادہ خیال اُس سوار کی طرف تھا جو اپنے معمولی پوشاک کے اوپر نہایت چکیلا مخمل کا کرتا پہنے ہوئے تھا۔ کمر میں اس کے بہت باریکی کام کا کشمیری

انہوں نے کہا نہیں اس سے نہایت خوش ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیئے گا میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ چند سپاہی ہیں اور چند مسافر بھی ہیں۔ سیدھے جبل پور کی سڑک سے چلنے سے آپ کی کیا رائے ہے گو کہ یہ راستہ خراب ہے۔ مگر مجھے وقت بہت کم ہے ناگپور کا راستہ گو کہ ڈاکوؤں کے خوف سے خالی ہے۔ مگر اس میں بہت چکر پڑتا ہے ۔

میں نے کہا غریب پرور آپ سے ملاقات ہونے کے پیشتر ہی میں نے اُس راستے سے جانے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ ہمارا گروہ زیادہ ہتھیار بند اور مضبوط ہے۔ مگر اب آپ کے ساتھ ہونے سے مجھے کسی قسم کا دغدغہ نہ رہا چور یا ڈاکوؤں سے مجھے کچھ بھی خوف نہیں ہے۔ اور شاید حضور بھی اُن سے بے خطر ہیں۔

اُس نے کہا ہاں ٹھیک چونکہ آپ کا ساتھ ہے مجھے ہرگز خوف نہیں۔ ورنہ اُن چند لوگوں کے ہمراہ جو میرے ساتھ ہیں میں اقرار کرتا ہوں کہ میری ہمت جنگل سے جانیکی نہ پڑتی کیونکہ چو ڈاکو لوگ اُسطرف گھومتے ہیں۔ وہ نہایت مضبوط اور بیرحم ہیں اور اگر سنجی خاں ایسی ایسی لڑائیوں کے بعد کسی اجنبی جا پر اُن کے ہاتھ پڑ جائے تو نہایت افسوس کا مقام ہے۔

میں نے دل میں کہا نواب صاحب جس جنگل کا آپ کو خوف ہے۔ اُسی جنگل میں آپ کی موت اُنہی لوگوں کے ہاتھ ہوگی اور جس مقام پر سنجی خان کی قبر ہوگی وہاں کوئی مقبرہ بنانے والا نہ ہوگا ۔

اُس نے کہا تو میر صاحب آپ کب تشریف لے چلیئے گا کیا کسی کام کے سبب آپ کو یہاں کچھ دیر لگیگی ۔

میں نے کہا جی نہیں میں نے تو کل ہی صبح روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا ہے اگر حضور چاہیں تو میں چند روز ٹھہر سکتا ہوں ۔

انہوں نے کہا افسوس کل تو نہیں مگر پرسوں علے الصبح میں آپ سے یہیں ملاقات کر سکتا ہوں اور تب ہم لوگ ساتھ ہی روانہ ہوں گے ۔

میں نے کہا جو حکم میں وقت پر تیار رہونگا۔ اگر اجازت ہو تو میں اب

تسلی بات عرض کروں ٭

اونہوں نے کہا بے شک اب میں آپ کو زیادہ تکلیف نہیں دیا چاہتا کیونکہ اب میں بھی روانہ ہونگا۔ آج میرے دوست سعادت خاں کے یہاں کچھ جلسہ ہے اور میں وہاں پہونچنے کا اقرار ان سے کر چکا ہوں ٭

میں اپنے خیمے کو واپس آیا اور گو کہ میری طبیعت نہایت رغبت کھاتی تھی۔ کہ میں اس ماجرے کو والد سے بیان کروں۔ مگر میں نے اسے تب تک روک رکھا کہ جب تک نواب صاحب اگر ہم لوگوں میں شامل نہ ہو جاویں اُس وقت میں واجب طور سے اُن کی ملاقات والد سے کراؤنگا ٭

تیسرے دن ہم لوگ روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ نواب صاحب نے میرے خیمے کے پاس گھوڑا کھڑا کر کے میرے بارے میں دریافت کیا۔

میں فوراً باہر نکل آیا اور اُن سے صاحب سلامت ہوئی اتنے میں میرے والد بھی آ گئے اور اُن سے میں نے نواب صاحب کی ملاقات کرائی بعد ازاں معمولی صاحب سلامت اور خیر و عافیت کے والد نے میری طرف مطلب آمیز نگاہوں سے دیکھا جسے نواب صاحب نے کچھ بھی نہ سمجھا۔ مگر میں نے فوراً اُس کا جواب اُسی طرح دیا اور والد سمجھ گئے اُن کا چہرہ مارے خوشی کے چمک اُٹھا اور مجھے بھی نہایت راحت حاصل ہوئی کیونکہ میں ہی اس شکار کو گروہ کے لئے پھنسا لایا تھا۔

کچھ دیر بعد ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ جیوں جیوں دن چڑھتا تیوں تیوں نواب صاحب کا بدن اور چہرہ زیادہ تر کھلتا جاتا تھا وہ ایک نہایت مضبوط ترکی گھوڑے پر سوار تھے۔ جو اپنے مالک کے ران تلے سینکڑوں طرح کی عمدی عمدی چال بدلتا اُچھلتا کودتا قدم بھرتا چلا جاتا تھا۔ گھوڑے پر گلناری مخمل کا چار جامہ پڑا جو گو کہ کچھ پہلا ہو گیا تھا تو بھی بسبب زری کے خوبصورتی اور رونق واری میں لاثانی تھا ٭

مگر میرا سب سے زیادہ خیال اُس سوار کی طرف تھا جو اپنے معمولی پوشاک کے اوپر نہایت چکیلا اچکن کا کرتا پہنے ہوئے تھا۔ کمر میں اس کے بہت باریکی کام کا کشمیری

دوشالہ کسا ہوا تھا جن میں سے دو پائیں طلائی اور نقرئی سیٹھ کی حمائلیں لٹک رہی
تھیں۔ اُس کے دونو بازو کہنی تک فولاد کے پنجرے سے محفوظ تھے اور دونوں جانگ پر
بھی ویسی ہی حفاظت تھی سر پر اُس کے فولاد کی چمکتی ہوئی ٹوپی جس میں سے گلناری
جھبا لٹکتا تھا چڑہی تھی جس پر ایک کشمیری رومال سورج کی گرمی کے حفاظت کے
لئے لپٹا تھا پیٹ پر اُس کے گلٹ کی ہوئی رنگین کپڑے کی ڈھال ایک طرف چڑہی
تھی اور دوسری طرف ایک لمبی تلوار مخملی کے کامدار پرتلے میں سے لٹک رہی تھی
اُس کے زین میں ایک لمبا اور چمکیلا گنڈ اسا نہایت مضبوطی کے ساتھ کھونسا
ہوا تھا۔

قصہ کوتاہ یہ کہ سنجی خاں شکل اس کے سپاہیانہ شہرت کے موافق تھی میں
نے حیدر آباد میں سینکڑوں سپاہ دیکھے تھے مگر اس شخص سا لاثانی ہتھیار
بند جوان میں نے ہنوز نہ پایا تھا جس کے مقابلہ

انہوں نے کہا آپ مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں میں نے کہا۔ جی
ہاں میں نے آج تک ایسا پختہ سوار نہ دیکھا تھا جو اپنے گھوڑے ہتھیار اور
تمام سجاوٹ سے ہر طرح درست ہو کیا آپ ہمیشہ یونہی سفر کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا ہمیشہ میر صاحب آپ جانتے ہی ہیں کہ سپاہ کو کبھی ہتھیار
سے الگ نہ رہنا چاہیئے میں خیال کرتا ہوں کہ اُس عیاش سلامت خاں کے
ساتھ چند روز رہنے سے میرا بدن کچھ ملایم ہو گیا ہے کیونکہ اب یہ بکتر مجھے سخت
جان پڑتا ہے مگر وہ وقت جلد آویگا۔ کہ جب مجھے اس کی درکار پڑیگی پس بہتر
ہے کہ میں ابھی سے اس کے پہنے کا رفت رکھوں۔

ہم لوگ تمام ساتھ ہی ساتھ چلے گئے اور راستے بھر نواب صاحب اپنی لڑائیوں
اور چڑھائیوں کا ذکر کرتے تھے مجھے جیسا ان باتوں سے تعجب ہوتا تھا۔ ویسا ہی
میں اس کی فصاحت زبانی کا معتقد تھا۔ مجھے اکثر یہ خواہش ہوتی کہ میں اُس سے
بطور دوست کے ملاقات کرتا اور اپنا نام اس کے ماتحت کے سپاہیوں میں لکھا کر
اُس کے جھنڈے کے نیچے اپنی بہادری دکھلاتا۔ مگر افسوس اسکی قسمت کا فیصلہ ہو
چکا اور وہ ہمارے پاک مذہب اور قاعدوں کے مطابق ہمارا نیچ قائم ہو چکا تھا۔

ہم لوگ پہلی منزل پر بغیر کوئی واردات ہوئے پہونچ گئے وہاں گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ اس کے آگے جنگل بہت گھنا اور راستہ نہایت خراب اور پتھریلا ہے سب سے بھاری آفت تو یہ تھی کہ وہاں کے لوگ بڑے سرکش اور مضبوط تھے اور جو کوئی ملتا اُسے لوٹ لیتے تھے۔

نواب صاحب نے گاؤں والوں سے یہ سن کر کہا انشاء اللہ کچھ پرواہ نہیں آنے تو دیجئے دیکھا جائے گا۔ اگر ایک آدھ کا سر دھڑ سے الگ نہ کروں تو بات کیا۔ پس دوسرے دن صبح کو ہم لوگ زیادہ ہوشیاری سے روانہ ہوئے میں نے اپنے آدمیوں سے کہدیا کہ سب ساتھ ہی ساتھ رہیں سڑک نہایت اونچی نیچی اور پتھریلی تھی۔ اس لئے اجی ماں کی گاڑی بہت آہستے آہستے چلتی تھی ہم چند معتبر اور جوان مرد سپاہیوں کو گاڑی کے چاروں طرف پہرے پر کر آپ نواب صاحب کے ہمراہ گروہ کے آگے آگے روانہ ہوا۔

جیوں جیوں آگے بڑھتے جاتے راستہ گھنا اور خراب ہی ملتا جاتا تھا کئی جگہ اس قدر تنگ تھا کہ فقط پگڈنڈی ہی نظر آتی تھی۔ بعض مقاموں پر بہرے آدمیوں کو ان شاخوں کے کاٹنے کی ضرورت پڑ جاتی جو اکثر سڑک پر بڑھ جانے کے سبب گاڑی کا راستہ روکتے تھے کہیں کہیں دو نہایت اونچے قراروں کے درمیان سے سڑک جاتی تھی جس کے اوپر کھڑے ہو کر دشمن چاہے جتنی واریں کر جاوے مگر ہم لوگ اپنی حفاظت میں ان پر ایک چوٹ بھی نہ کر سکتے تھے۔

اس تنگ گھاٹی سے آگے بڑھ کر کھلے میدان میں پہنچے۔ جہاں ہنوز جنگل کچھ گھنا ہی تھا۔ میں نے کہا نواب صاحب وہ جا نہایت خطرناک تھی۔ اگر اُس مقام پر کسی گروہ نے ہمارے اوپر حملہ کیا ہوتا تو ہم لوگ بیشک مارے پڑتے۔ انہوں نے کہا بیشک شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کہ ہم لوگ وہاں سے صحیح سلامت نکل آئے مجھے یاد آتا ہے کہ وہ مقام اسی لئے سخت بدنام ہے۔ مگر اس کے آگے میں خیال کرتا ہوں کہ ایسا کوئی خطرناک مقام نہیں ہے۔ جنگل بھی رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا ہے اور ایسی گھنی جھاڑی آگے نہیں پائی جاتی۔ ہم لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ گھوڑوں کا گروہ پیچھے سے آ ٹوٹا۔

سنجی خاں نے دیکھتے ہی للکار کر آواز دی جس سے جنگل گونج اٹھا۔ شمشیر عالم شمشیر بدست اتنا کہہ انہوں نے گھوڑے کو روک میان سے تلوار کھینچ لی اور اُسے ایڑ لگا دی ایک مجھے آواز دی کہ میر صاحب ہو جائیے۔

میں نے بھی فوراً تلوار نکال تیروں سے حفاظت کے لئے ڈھال کھونس آگے رکھ لی گھوڑے کو ایڑ دیتے ہی وہ دو ہی چھلانگ میں نواب کے گھوڑے کے مقابل پہنچا اور ساتھ ہی بدری ناتھ بھی مع چند جوان مرد سوار اور پیدل سپاہیوں کے بندوق لئے آ کر میرے پاس کھڑا ہو گیا۔

نواب صاحب نے ایک کڑی للکار دی آؤ بد ذاتو مرد ہو تو مقابل آ کر دلیری اور جوان مردی کے روبرو بہادری کی آزمائش کرو۔ کمینے کافر بزدل آؤ مقابل سُو عمر کے بچو۔

مجھے نواب کی غصے ورنشکل اور تلوار اُٹھا کر کابیوں کا دینا دیکھ نہایت خوشی ہوتی تھی وہ سب سامنے پہاڑی پر وہیں کے وہیں بیٹھ گئے اور لگے تیر چلانے جو ہوا میں سنسناتے ہوئے ہمارے کان کے پاس سے ہو کر نکل جاتے تھے۔ ایک تیر نواب صاحب کے گھوڑے کے گردن میں آ کر لگا جس سے ہلکا سا زخم ہو گیا۔ اور اس پر گھوڑوں نے بڑے للکار کے ساتھ خوشی ظاہر کی۔

سنجی خاں نے تیر کھینچ لیا اور کہا آہ میرے موتی تجھے زخم لگ گیا کچھ پرواہ نہیں۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگے میر صاحب یہ بد ذات ہرگز ہمیں بمقابل نہ آویں گے لگا بیٹے ہیں سے نشانہ مار کر انہیں ہم لوگ بھگا دیں۔

میں نے اپنے لوگوں سے للکار کر کہا دیکھنا بہادرو گردن اٹھاتے ہی نشانہ بھرپور بیٹھے۔

ادھر سے بھی بندوقیں چلنے لگیں ایک گرد بیجر پہاڑی کے کونے پر بیٹھا ہوا اپنے لمبے کمان کو پھر میں اڑا تیر چلا رہا تھا کہ سرفراز خاں نے اُس پر بندوق کا نشانہ چھوڑا گولی کے لگتے ہی وہ لڑھکتا ہوا ہمارے قدموں کے پاس آ پڑا۔ یہ

نشانہ اُس کی گردن پر بھرپور بیٹھا تھا جس کے لگتے ہی اُس کا دم ہوا ہو گیا۔ گینڈو نے اُسے لڑکتا دیکھ بڑا غل مچایا ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ اب یہ جوش میں آکر خوب لڑیں گے مگر ساتھ ہی ایک دوسرا شخص بھی گولی کی سخت چوٹ کھا کر گرا اور وہ سب خوف میں آ اُسے اُٹھا کر فوراً پہاڑوں میں لے بھاگے ان کا پیچھا کرنا بالکل لاحاصل اور غیر ممکن تھا اس لئے ہم لوگوں نے اپنا سیدھا راستہ لیا۔

اُس روز اور کسی قسم کا حادثہ نہ ہوا اور ہم لوگ ٹھیک وقت پر منزل مقصود کو پہنچ گئے۔

تھوڑی دیر بعد والد نے آکر مجھ سے پوچھا امیر علی نواب کو ہیچ بنایا ہے یا نہیں اگر تو نے اُسے بطور مہمان کے ہمراہ لیا ہو تو ویسا کہہ ورنہ اُس کی فکر جلد کرنا چاہئے۔

میں نے کہا مہمان ہرگز نہیں اُسے فوراً دفعہ کرنا چاہئے خاصکر ایسے مقام پر جہاں اُس کے ختم کرنے کے اتنے موقع موجود ہیں۔

والد نے کہا یہ غیر ممکن ہے۔ گھوڑے کی پشت پر اُسے ہاتھ لگانا محض بیوقوفی ہو گی وہ نہایت عمدہ سوار ہے اور اس کا گھوڑا ابھی جاندار ہے اگر ذرا بھی گڑبڑ ہو گا۔ تو وہ اچھلتا ہوا نکل جائیگا اور تب اُسے کون گرفتار کرسکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی دوسری تدبیر نکلنا چاہئے۔

میں نے کہا کچھ پرواہ نہیں آپ اس کام کو میرے سپرد کیجئے۔ اگر کسی خاص مقام کے چھیننے کی کوئی ضرورت نہ ہو تو میں اپنا موقع تلاش کر لونگا۔

چھبیسواں باب

میں نے دوسرے دن بدری ناتھ اور سرفراز خان سے کہا دوستو تم لوگ شاید پیشتر ہی سمجھ گئے ہوگے کہ نواب صاحب ہمارے ساتھ کیوں ہیں۔

بدری ناتھ نے جواب دیا بھلا اس میں بھی کچھ پوچھنا ہے۔ آپ اتنی دور سے انہیں اپنے ساتھ لائے ہیں مگر یہ کہئے کہ آپ کی کیا خواہش ہے اور کیونکر اس کام کو انجام دیا چاہتے ہیں راستے میں گھوڑے کی پشت پر حملہ کرنا بالکل

مشغول ہوگا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضرور ایک آدھ شخص کو کاٹ ڈالے گا اور بہتیرا ابھی مجھے کئی کام کرنے باقی ہیں۔ کیوں ناحق بیٹھے بیٹھائے اپنی جان خطرے میں ڈالوں۔

میں نے کہا تم صحیح کہتے ہو تو اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی موقع جلد ہاتھ آہی جائیگا۔

اُن دونوں نے ساتھ ہی پوچھا کیونکر۔

میں نے کہا سنو اور بتلاؤ کہ میری رائے تم لوگوں کی دانست میں درست ہے یا غلط کل کی منزل میں نواب صاحب اِس بات کی شکایت کرتے تھے کہ رستے میں کہیں صاف پانی کا چشمہ نہ ملا تاکہ وہ اپنا معمولی شربت بنانے تم جانتے ہی ہو کہ وہ لونڈی جو اُن کے ساتھ ہے ہمیشہ اُن کے لئے بھانگ تیار کرتی ہے پس مجھے امید ہے کہ کل کی منزل میں ضرور کوئی ایسا مقام ملیگا جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا میں انہیں گھوڑے سے اتر کر تروتازہ ہونے کی صلاح دونگا۔ جس وقت وہ باتوں میں مشغول ہوں موقع پاکر اپنی کارروائی فوراً کر لینا چاہئے۔

سرفراز خاں نے کہا بیشک اِس سے آسان بات اب کیا ہو سکتی ہے اگر وہ ایک مرتبہ بیٹھ جاویں تو ہم کبھی ناکامیاب نہیں ہو سکتے۔ اُسکے تمام ہتھیار کچھ بھی کام نہ آدیں گے۔

بدری ناتھ نے کہا مگر میں اِس کام میں نیم رضامند ہوں فرض کرو کہ وہ ہوشیار رہے تو بلاشک ہاتھ سے جاتا رہیگا اور گو کہ میں اور میرے دوست خان صاحب شیطان سے بھی خوف نہیں کھاتے مگر نواب کا مارنا آسان بات نہیں ہے یہ کوئی معمولی زخم نہیں اور میری رائے میں تو اِسے بے داغ جانے دینا بہتر ہے۔

میں نے کہا خاہ تم ایسی بات کہتے ہو بدری ناتھ مجھے تعجب ہوتا ہے اگر وہ نواب ہی ہوا تو کیا کیا وہ انسان نہیں ہم اور ایسا ہیں ہم نے اپنے بھار کے دستور اور قاعدے کے موافق اُسے اپنے ہاتھ میں نہیں لے لیا۔ گو کہ نواب

مارنا ایک نئی بات ہو نہ مگر مردے آدمی خیال تو کرو کہ ہندو ۔دن کے بہادر نواب سبزی خاں کے مارنے پر تمہیں کیسا کچھ فقط حاصل ہوگا ۔ ہمارے بزرگوں نے بھی شاید ایسے بہادری کا کام نہ کیا ہوگا۔

اُس نے کہا بس اسی سلئے تو میں اس قدر اس کے برخلاف رائے دیتا ہوں تمام غیر معمولی باتیں غیر واجب نہیں اور اکثر بھوانی کو ناپسند ہوتی ہے

میں نے کہا اچھا اس پر سگن لے لو اور دیکھو بھوانی کی اس پر کیا مرضی ہے ۔ انشاء اللہ نواب صاحب ضرور ہمارے ہاتھ تلے پڑیں گے۔

اُس نے کہا ہاں اب آپ ٹھیک سچے ٹھگ کے موافق باتیں کرتے ہیں آج شام کو سگن لیکر اُس کا نتیجہ آپ سے بیان کروں گا۔ اگر سگن عمدہ نکلا تو بدری ناتھ ہرگز اس کار میں پیچھے ہٹنے والا نہیں ۔

خیر شام کو سگن لیا گیا اور عمدہ نکلا بدری ناتھ نے نہایت خوشی کے ساتھ آکر اس احوال کو مجھ سے بیان کیا۔

میں نے کہا میں تو پیشتر ہی جانتا تھا بھوانی کی اتنی عنایت بعد اس کی رحمت پر شکر کرنا تمہاری سراسر بیوقوفی تھی سنو میں اتنی دیر تک کاہل نہ تھا میں نے گاؤں والوں سے دریافت کر لیا کہ یہاں سے چار کوس کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا چشمہ نہایت صاف اور ستھرے پانی کا بہتا ہے۔ اُس کے دونوں طرف بہت گھنا جنگل جیسا کہ ہم لوگوں کو چاہیئے لگا ہے بس اس کار کے لئے میں اسی مقام کو پسند کرتا ہوں تم لوگوں کی بھی صلاح ہو تو لوگھے بھیج دیئے جاویں ۔

بدری ناتھ نے کہا بیشک ہم لوگوں کو بھی تیار ہو جانا چاہیئے ۔ مگر نہیں کیا ضرورت ہے آپ کتنے ہی ہیں کہ جنگل نہایت گھنا ہے ۔ ہم لوگ لاشوں کو باسانی کہیں چھپا دیں گے ۔ نہیں تو جب ندی ہی ہے تو بالو یا سنگریزے میں قبر فوراً تیار کر لی جائیگی مگر میر صاحب نواب نہایت مضبوط شخص ہے ۔ بہتر ہوگا کہ آپ اکیلے اُس کے ساتھ ہو کر ہم سب اٹھائے دوسروں کی کچھ پرواہ نہیں میں نے سبھی کے لئے ایک ایک ہوشیار بھوٹ مقرر کر دیا ہے

وہ سب اپنا کام بخوبی انجام دیں گے۔

میں نے کہا خوب کیا کیونکہ اب زیادہ مسخرہ کرنے کا وقت نہیں ہے بدری ناتھ نے کہا میں نے اپنے لئے بھی ایک شخص چُن لیا ہے۔ جسے لوگ نواب کا جمعدار کہتے ہیں۔ میں نے اُس سے نہایت زیادہ ربط ضبط پیدا کر لیا ہے اور اب وہ میرے دام میں ہے۔ دوسروں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اور نواب صاحب کو ہم لوگ آپ پر چھوڑتے ہیں۔

میں نے کہا وہ میرا حصہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔ ہاں اگر سرفراز خاں نے ہنوز کسی کو اپنے لئے نہ تجویز کیا ہو۔ تو خیر وہ میری مدد پر رہے۔

اس نے کہا میر صاحب جہاں تک میں جانتا ہوں۔ اس نے ہنوز کسی کو نہیں چنا اور وہ ہمارے مضبوط شخصوں میں سے ایک ہی ہے اس کی اور اس کے ایک اور ساتھی کے مدد کے ساتھ آپ ہرگز ناکامیاب نہیں ہو سکتے مگر سرفراز خاں سے شمشیا کا کام لیجیے۔ وہ اس فن میں نہایت ہوشیار ہے۔

میں نے کہا تو آپ کے بیٹھے رہنے پر مجھے کسی شمشیا کی ضرورت نہیں گو کہ مشکل کے وقت ایسے شخص کا رہنا بہتر ہوتا ہے۔

اُس رات ہم نے سب بندوبست کر رکھا اور دوسرے دن صبح کو خوشی بخوشی روانہ ہوئے میں اور نواب صاحب دونوں سابق دستور گروہ کے آگے آگے چل پڑے۔ راستے میں انہوں نے کہا میر صاحب یہ ملک نہایت بدبخت ہے کیا آپ نے کبھی ایسا بیان اور بھی دیکھا ہے کہ جہاں منزل کے ایک حد سے دوسرے حد تک ایک قطرہ پانی کا مرد صادق کے لب تر کرنے کو بھی میسر نہ ہو۔ یہ ہم لوگوں کی خوش قسمتی کہنا چاہئے کہ ہوا سرد ہے ورنہ اس قدر دور و دراز کی منزل طے کرنا دشوار ہو جاتا دیکھیے نہ کہ آج تین روز سے سنجی خان کو اسی کے باعث معمولی شربت تک دستیاب نہ ہو سکا اللہ جانتا ہے کہ اس گرمی میں میرا گلہ کوئے کے مانند سوکھ رہا ہے اور منہ میں پپڑی پڑی جاتی ہیں کیا عمدہ ہوتا کہ اگر ایسی تپش میں دم بھر کبھی دریا یا کنوئیں کے

پاس بیٹھکر اپنا نشہ پانی کرتا ۔

میں نے کہا مہربان کیسے خداوند کون جانے کوئی چشمہ نزدیک ہی ہو ۔ وہاں ہم لوگ ٹھہر کر فرصت حاصل کریں گے مجھے بھی بھوک لگی ہے میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر بیٹھ چند چھوارے ناشتہ کر لوں گھنٹے آدھ گھنٹے کی دیر ہوگی تو کیا حرج ہے ۔

انہوں نے کہا آہا چھوہارے چھوہارے تو بھئی میں بھی لونگا میرے لوگ میرے جھولے میں سے کچھ نکال کر کھا لیں گے درحقیقت آپ ٹھیک گنتے ہیں کہ ان پہاڑوں کی سرد ہوا سے بھوک ابھر آتی ہے ۔

ہم لوگ کئی کوس نکل گئے مگر کوئی دریا نظر نہ پڑا میں خیال کرنے لگا کہ شاید مجھے غلط خبر ملی ہو اور اس مایوسی پر کچھ رنجیدہ تھا کہ پہاڑی کے کنارے پہنچتے ہی وہ دریا جو گاؤں والوں نے کہا نظر پڑا ۔

میں نے کہا دیکھئے خداوند آخر کار پانی وہ نظر آیا اور اسکی چمک سے معلوم پڑتا ہے کہ پانی صاف پینے کے ہے اگر طبیعت ہو تو گھنٹہ بھر ٹھہر کر ذرا ٹھہرے ہو لیجیے ہم لوگ بھی ایک کش حقہ کی سے بیویں تب تک آپ کی لونڈی شربت تیار کر دیگی ۔

بیشک انہوں نے کہا شاید آگے کوئی ایسا مقام نہ ملے عین اسی وقت میں شربت زیادہ پسند کرتا ہوں ذرا کسی کو پیچھے میری لونڈی کے پاس بھیج دیجیے کہ وہ فوراً حاضر ہو ۔

میں نے اسی دم ایک شخص کو اس کے بلانے کے لیے بھیجا اور دریا کے پاس پہنچ ایک عمدہ سا ہرے میدان پسند کر اپنا اپنا چار جامہ بچھا ہم دونوں بیٹھ گئے ۔

ایک ایک کر کے سب لوگ آہستے آہستے پہنچنے لگے کوئی بیٹھ گیا اور کوئی دریا میں نکلکر ہاتھ منہ دھونے لگا پانی اس کا نہایت صاف چمکتے ہوئے سنگریزوں پر سے بہتا تھا جانور بھی سب پانی پینے کے لیے کھول دیئے گئے ۔ اور تمام لوگ پانچ پانچ سات سات اکھٹے بیٹھکر حقہ کشی کرنے لگے ۔ کوئی

کوئی جو کبھی گزرتے ہوئے رستے کا احوال بیان کرتا کوئی آگے کی ذکر چھیڑ لاتا
کوئی کھڑا اور کوئی لیٹا تھا۔ میں نے ایک نگاہ فوراً چاروں طرف پھیر ادیکھتا کیا
ہوں کہ سب اپنے اپنے موقع سے لگے ہیں نواب صاحب کے ہر ایک نوکر اور
مصاحب کے پیچھے میرے تین تین ٹھگ گھات سے بیٹھے ہیں اس لئے ان سبھوں کو
اپنے شکار کا پکا یقین تھا۔ اجی ماں کی گاڑی سڑک پر کھڑی تھی میں اُس کے پاس
اس ارادہ سے پہونچا کہ اسے کسی طرح یہاں سے ہٹانا چاہیئے ۔

میں نے کہا پیاری میں یہاں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرا ہوں تاکہ میرے
لوگ ذرا آرام کریں۔ بہتر ہے کہ تم اب تک آگے چلو راستہ بھی برابر ہے اور
ہم لوگ فوراً تم سے آملیں گے۔

اُس نے کہا بہت اچھا کہدیجئے کہ گاڑی ہانکنے میں کبھی ٹکنے کے مقام
پر جلد پہنچنا چاہتی ہوں میں اور بچاری نرگس تو دونو اس میں ہلتے ہلتے مرگئیں۔
میں نے کہا افسوس کیا کیا جائے ایک دو منزل تو تم اسے برداشت کر لو
اول گاؤں یا شہر میں پہنچتے ہی میں تمہارے لئے ایک ڈولی کرائے کر لونگا۔
اور اس میں تمہیں بہت آرام رہیگا ۔

اتنا کہکر میں نے اُس ٹھگ سے جو بیل والے کی جگہ بیٹھا تھا۔ آہستے
آہستے گاڑی ہانکنے کے لئے کہا صاحب میں آپ سے عرض کرنا بھول گیا تھا۔
کہ بیڈر سے روانہ ہونے کے بعد میں نے راستے میں ایک گاڑی خریدی تھی۔
جس کے ہانکنے کے لئے میں نے اپنا ایک ٹھگ مقرر کر دیا اور وہی تب
سے بیل والے کا کام کرتا تھا۔

اجی ماں تو اُدھر روانہ ہوئی ادھر میں نواب صاحب کے پاس پہونچا۔ جو
بیٹھے ہوئے میرے والد سے گفتگو کر رہے تھے اور انہیں کچھ سرور اس پیالہ
کا جو پیشتر پی چکے تھے آگیا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی بولے میر صاحب آپ کیا کر رہے ہیں۔ دیکھئے میں تب
سے آپ کے والد صاحب سے کہہ رہا ہوں کہ ایک پیالہ اس شربت کا لیجئے۔
مگر یہ انکار ہی کرتے چلے جاتے ہیں اللہ جانتا ہے کہ یہ شربت شاید جنت میں بھی

معشر نا ہو اور نشہ پر بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ کڑوا ہونا اور اُنگے معدے سے
واقفیت نہیں رکھتا ۔ خیر نہ ہو آپ ہی ایک پیالہ لیجئے یہ کہکر انہوں نے
پیالہ پھر میرے آگے کیا ۔ اور میں کچھ شش و پنج میں پڑا وہ بولے پی جاؤ
میاں یہ آپ کو بڑا فایدہ کریگا اور سردی سے محفوظ رکھے گا ۔ اس بات کا
میں ذمہ لیتا ہوں کہ چیز عمدہ تیار ہوئی ہے ۔ کیونکہ ہندوستان کے دسوں
بادشاہت کے پردے میں ایسی دوسری لونڈی پیدا نہیں ہوئی کہ جو اس
سجی بنانے کے فن میں کریا کا مقابلہ کرسکے کیوں کریا ٹھیک ہے نہ ۔
اس نے کہا یہ حضور کی عنایت اس لونڈی پر ہے اگر حضور خوش ہیں
تو بندی اور کس بات کی پرواہ نہیں کرتی ۔
نواب صاحب نے کہا تو لے آ دوسرا پیالہ کیونکہ وہ ہمراہ ہے ۔
پیالہ پیا تو میں نے پیا پھر کسی کو کیا تمام دنیا جانتی ہے ۔ کہ سبزی خان بھانگ
پیتا ہے پھر کیا کسی سے سپاہ گری میں کم ہے اس وقت دو ایک خوبصورت
رنڈیاں غزل گانے والی ہوتیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ اس جنگل بیابان
کے سامنے بجینت کو بھی کیا رتبہ تھا ۔
میں نے ان کی ہاں میں ہاں ملا کر کہا نواب صاحب درحقیقت یہ نہایت
عمدہ ہوتا خیر آگے کے گاؤں سے ہم لوگ چند طوایف ساتھ لے لیںگے اُمید ہے
کہ وہ لوگ دو ایک منزل تک ہمارے ساتھ بے عذر چل چلینگی ۔
انہوں نے آہستے لڑکھڑاتے ہوئے زبان سے کہا کیونکہ نشہ کا کچھ
سرور آ گیا تھا میر صاحب آپ خوب کہتے ہیں آپ کی رائے بہت اچھی درحقیقت
بہت اچھی ہے ۔ انشاء اللہ وہاں چلکر رنڈیوں کو ضرور ہمراہ لینا چاہئے اللہ
جانتا ہے کہ انہیں بھی اسی طرح ناچنا ہوگا ۔ اتنا کہہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے
اور ہاتھ پھیلا ہم لوگوں کیطرف آنکھیں چمکا ٹھمک ٹھمک کر وہ ایک چکر
ناچ گئے ۔
اُس وقت نواب صاحب کی شکل دیکھ مجھے بے اختیار ہنسی آتی تھی ۔ ان
کا وہ جنگی ذرہ بکتر اور سپاہیانہ لباس اور سمٹائی مٹکنے اور آنکھیں چمکانے

سے بالکل بے جوڑ اور بے میل تھا اور ہم سب قہقہا مار کر ہنسے۔

مگر اب دل لگی زیادہ بڑھنے لگی اور ہم لوگوں کو اس طرح بیوقوفی میں وقت اور موقع زیادہ کرنے کی نسبت کارِ ضروری درپیش تھا پس میں نے نواب صاحب سے التجا کی کہ واہ آپ نے خوب دل لگی کی ہینتاک آگے چلکر حضور کے حکم کی تعمیل کی جائیگی آیئے بیٹھئے میں سرفراز خاں سے اشارتاً کہدیا کہ جب میں اُن کے پیچھے جاؤں تم فوراً تیار رہنا۔

نواب نے بیٹھتے ہی اُس لونڈی سے کہا کریما ذرا اور تو سنجی لا۔ اللہ جانتا ہے کہ آج کی پیاس بجھتی نہیں۔ اور تو بھی آج ہر روز سے عمدہ اسنجی بنا کر رہی ہے مری طبیعت اور چاہتی ہے ورنہ آج میں اس منزل تک نہیں پہنچا چاہتا مری آنکھوں میں نیند گھری آتی ہے اور ایک یا دو پیالہ پینے سے پھر طبیعت ہری ہو جائیگی۔

میں نے خوب زور سے آواز دی فاضل خاں حقہ لاؤ۔ بس یہی اشارہ مقرر ہو چکا تھا نواب صاحب نے کہا میں بھی دو ایک کش لونگا۔ اس شربت پر حقہ نہایت لذیذ معلوم ہوگا۔

تب تک میں نواب صاحب کے پیچھے جا رہا اور رومال ہاتھ میں لے میں نے سرفراز خاں کو اُن کا ہاتھ پکڑنے کے لئے اشارہ کیا۔

اس نے نواب صاحب کا داہنا ہاتھ خوب مضبوطی سے گرفت کر کہا دیکھئے تو نواب صاحب۔

انہوں نے غصے سے کہا کیوں بے نامعقول تری اتنی بڑی ہمت کہ تو نوجوانوں کو ہاتھ لگا دے۔ وہ اتنا کہتے ہی تھے کہ میں نے فوراً رومال اُن کے گلے میں دیا سرفراز خاں ہاتھ پکڑے ہی تھا الدنے دونوں پیر پیچھے کھینچ لیا نواب صاحب منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور اُن کا گلا یوں کھڑکھڑانے لگا گویا کوئی شخص بھرپور نیند خراٹے لیتا ہوا میں نے اس زور سے رومال کسا کہ گھوڑے کا بھی دم نہ بچ سکتا تھا۔ نواب بیچارے کی کیا حقیقت تھی کہ دم مارتے جس وقت وہ مرے رومال کے نیچے تڑپ رہا تھا اسکی تمام

نہیں کھڑی ہو گئی وہ اور بھی زور سے خرخرانے لگا اور اب اس کا
جسم آہستے آہستے ملائم پڑھتا جاتا تھا میں نے رومال چھوڑ دیا اور دیکھا کہ
اس میں بالکل دم نہیں ہے اس طرح میں نے اُس بہادر نواب سنجی
خان کا کام تمام کیا اس نے اپنے شمشیر سے جنگ میں سینکڑوں کا
دھڑ سے الگ کیا تھا۔

مگر کسی نے بھی اب تک اُس لونڈی کا خیال نہ کیا جو ہم لوگوں کی
طرف پیٹھ کئے کچھ دور بیٹھی نواب صاحب کے لئے بھانگ تیار کرنے
میں اسقدر مشغول تھی کہ ہمارے اس جھگڑے کی آواز اور نواب صاحب
کے چند شخصوں کی کھڑکھڑاہٹ اس کے کان میں مطلق نہ پڑی۔ وہ
اُسی غرور سے پیالہ ہاتھ میں لئے اس جگہ پہونچی جہاں سرفراز خان نواب
صاحب کی لاش سے زرہ بکتر وغیرہ اُتارنے میں لگ رہا تھا۔

یا اللہ یا اللہ صاحب نواب کی لاش پر نگاہ پڑھتے ہی زور کی چیخ
اس کے گلے سے نکلی کہ جس کا بیان میں آپ سے نہیں کرسکتا میں اُسے
تاعمر نہیں بھول سکتا کہ کس جوش اور محبت کے ساتھ وہ دوڑ کر نواب
صاحب کے لاش پر جاگری صاحب گو کہ ان میں مالک اور لونڈی کا رشتہ
تھا مگر دونوں میں از حد محبت تھی۔

وہ بار بار لاش کا بوسہ لیتی اور ہر طرح کی محبت کی باتیں جو وہ دونو
آپس میں تخلئے کے وقت کرتے تھے کرنے لگی۔

صاحب کچھ دیر بعد وہ خوبصورت لونڈی اٹھ کھڑی ہوئی اور اُس
کے چہرے کے دونوں طرف کالے گھنگرالے بال لہرا رہے تھے۔ جنہیں
وہ بار ہا آنکھوں پر سے ہٹا ہٹا دیتی تھی اس وقت اسکی خوبصورتی اور حالت
پریشانی دیکھ مجھے نہایت افسوس اور رنج ہوتا تھا۔

وہ پھر اس لاش سے لپٹ کر زار زار رونے اور نعرے مارنے لگی
ہائے ہائے ارے کس نے ان کے ساتھ یہ ظلم کیا یہ کس کی آنکھیں باہر نکلیں
آئی ہیں۔ اب کس سے کون پیار کی باتیں کرے گا۔ ہائے میرا کلیجہ پھٹا

ہیں نے کہا یہ کیا بات ہے تم لوگوں میں سے ایک شخص اسے فوراً تکلیف سے رہا کر دو میں خود ہی ایسا کرتا مگر میں عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا چاہتا۔

سرفراز خان نے کہا یہ نہایت خوبصورت ہے میں اس کی زندگی چھوڑ دیا چاہتا ہوں یہ کہکر اُس سے کہا سُن اب اپنی بیوقوفی چھوڑ پھر اس نے اُس کا بازو لاپس پر سے اپنی طرف زور سے کھینچ لیا اُس بچاری نے اُس کے چہرے کیطرف خوف سے گھبرا کر دیکھا اور لاش کیطرف اُنگلی سے اشارہ کرنے لگی۔ سرفراز خان نے کہا سُن اگر تو میرا کہنا نہیں مانتی تو یہ لوگ تجھے بھی مار ڈالیں گے مری شادی نہیں ہوئی ہے تو میری بات مان اور میرے ساتھ چل کیوں بیفائدہ مردوں کے پیچھے اپنے زندگی سے ہاتھ دھوتی ہے۔ اس کی تو تو لونڈی بھی تھی مگر میری فقط بی بی ہوگی بس اُٹھ کھڑی ہو میں تیری زندگی معاف کرتا ہوں۔

اس نے نہایت آہستے سے کہا کون بولتا ہے۔ ہائے مجھے ان کے پاس سے مت ہٹایئے میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ اب میں بھی مرا چاہتی ہوں۔ مجھے ان سے الگ مت کیجئے۔

سرفراز خان نے غصے سے کہا سُن بیوقوف اس تمام گروہ کے روبرو میں تجھ سے اقرار کرتا ہوں کہ میں تیری زندگی بخش تجھے ہمیشہ آرام سے رکھوں گا مگر تو نہیں سنتی دیکھ اپنے قسمت کی زیادہ آزمائش مت کر بس میرا کہا مان ورنہ تجھے ابھی قتل کرتا ہوں کہہ تو میرے ساتھ چلیگی یا نہیں گھوڑا تیار ہے۔ ہم لوگ لاشوں کو یہیں چھوڑ اب روانہ ہوتے ہیں اور تو بھی اس کمبخت نواب کا خیال دل سے دور کر۔

اس نے کہا میں انہیں کیونکر بھول جاؤں۔ کیونکر اُن کا خیال دل سے دور کردوں جب ان ہی موت ہوگی تو میں اب جی کر کیا کروں گی۔

سرفراز خان نے غصے سے کہا پھر بھی میں تجھے سمجھاتا ہوں کمبخت دیکھ مجھ سے زبردستی مت کرا میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی رضامندی سے میرے ساتھ چل مجھ ابھی تک میں نے تجھ پر ہاتھ نہیں چھوڑا ہے۔

وہ اس کے جواب میں کچھ نہ بولی اور پھر اسی لاش سے لپیٹ آہستے آہستے رونے لگی ۔

میں نے لوگوں کو جو وہیں کھڑے تھے حکم دیا فوراً لاشوں کو اٹھاؤ اور دفن کرو - کیا تم سب بھی اُسی کمبخت چھوکری کی طرح عشق کے مریض ہو گئے ہیں - وہ تو یونہی روتی پیٹتی رہیگی - تو کیا ہم لوگ بھی یونہی کھڑے رہیں گے اٹھاؤ - فوراً اور ابھی سبھوں کو دفن کرو ۔

حکم دیتے ہی فوراً چار لوگوں نے نواب کی لاش اٹھالی وہ لونڈی روتی پیٹتی ہی رہی مگر کسی نے بھی کچھ لحاظ نہ کیا دو شخصوں نے اسے پکڑ لیا گو کہ اُس نے اپنے تئیں چھڑانے کی ہزارہا کوشش کی مگر کیا ہو سکتا ہے آخرکار روتے روتے بیدم ہو گئی -

لاشوں کے دفن ہو جانے پر میں نے سرفراز خاں سے کہا دیکھو اب تمہارا وقت ہے چونکہ تم اُسے جانتے ہو اسے اٹھا کر گھوڑے پر رکھو اور پکڑے رہو اگر تم اسے خاموش نہ کر سکو تو یہ تمہارا قصور ہے ۔

سرفراز خاں نے اُسے آسانی سے اٹھا لیجا کر گھوڑے پر بٹھا دیا - وہ ہم سبھوں کو ہزاروں گالیاں دیتی اور اپنے تئیں مار ڈالنے کی بار بار التجا کرتی تھی اس کا چلانا غضب ناک تھا - اور گو کہ ایک طرف سرفراز خان اور دوسری طرف ایک دوسرا شخص اسے گھوڑے پر پکڑے تھا - مگر وہ دونوں اُسے کسی طرح روک نہ سکتے تھے ۔

ہم لوگ قریب آدھ کوس کے اسی طرح چلے گئے میں اس لونڈی کو چپ کرانے اور آرام سے بیٹھنے کی خواہش سے دلاسا دے رہا تھا کہ والد نے جواب تک چپ چاپ یہ تماشہ دیکھ رہے تھے - آکر مجھ سے کہا - یہ محض بیوقوفی بلکہ پاگل پن کی بات ہے - اور تس پر سرفراز خان افسوس تم ایسی اجلت میں اس لڑکی پر اس قدر فریفتہ ہو جاؤ اگر راستے میں کوئی مسافر ملجائے تو ہم کیا کریں گے - بیشک تمام احوال بک جائیگی اور اس وقت پھر کیا نتیجہ ہوگا افسوس صد افسوس کہ تم اس قدر ہلکی سی بات اپنے کار کی نہیں جانتے ۔

وہ شخص جو گھوڑے کے بائیں طرف کھڑا تھا اُسے چھوڑ کر آزردہ ہو
کہنے لگا۔ اب خان صاحب آپ جانے اور یہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔
میں دیکھتا ہوں کہ منزل پہنچنے پر یہ لونڈی اور گھوڑا دونوں مجھے تکلیف
دیں گے +

میں نے کہا افسوس کیا تم خیال کرتے ہو کہ منزل پہنچنے پر اسکی زبان
بند رہیگی تب اس وقت کیا کرو گے۔

سرفراز خان نے میان سمیت تلوار ستے اُس کے چہرے پر مار کر کہا
کمبخت کیا تو چپ نہ رہیگی کہ میں گھوڑے کو آسانی سے لے چلوں تلوار اس
زور سے لگی کہ میان کٹ کر اس کے چہرے پر سخت چوٹ آئی اور زخم
میں اُسے خون ٹپکنے لگا۔

والد نے کہا دیکھو تم نے اُسکی خوبصورتی بھی ضائع کی اب اور کیا
کیا چاہتے ہو +

اُس نے کہا خیر یہ کسی طرح چپ تو ہوئی اور وہ گھوڑے کی لگام
پکڑ روانہ ہوا یہ چوٹ اسے اس زور سے لگی کہ اس کا سر گھوم گیا۔ مگر بعد
ازاں کچھ دیر کے اُسے پھر ہوش ہوئی خون اُس کے چہرے سے ٹپک رہا
تھا۔ جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے پونچھ ڈالا اور کچھ دیر تک اُس خون آلودہ
ہاتھ کو دیکھ آخر کار بڑے زور سے زمین سے گر پڑی۔

سرفراز خان نے کہا ذرا ایک شخص گھوڑے پکڑو تو میں اسے
پھر سوار کرتا ہوں۔ مگر وہ اس مرتبہ ہر بار سے زیادہ چلاتی اور جھٹپٹاتی
تھی۔ یہاں تک کہ سرفراز خان نے غصے سے تلوار اُٹھائی +

ماراُس نے کہا خونی کمبخت دیکھتا کیا ہے مار اور اس غریب لونڈی کی
جان ختم کر اب تو تو مجھے زخمی کر ہی چکا ہے۔ بس ایک ہاتھ اور مار کہ میں
اس تکلیف سے رہائی پاؤں بہتر ہوتا کہ میں اُسی وقت مر گئی ہوتی۔ مگر مجھ
بدبخت کو موت بھی نہیں آتی کیا تو مجھے نہ ماریگا۔ اتنا کہہ اُس نے اُس کے
منہ پر تھوک دیا +

خان نے تلوار میان کی اور کہا بس اب میں زیادہ برداشت نہ سکتا میں بیوقوف تھا جو میں نے تجھ کمبخت کی جان رہائی کے لئے اسقدر تکلیف اٹھائی دیکھ میں تجھے ابھی ختم کرتا ہوں اتنا کہہ اُس نے رومال نکال اُس کے گلے میں دیا اور وہ اُس کے ہاتھ تلے جھٹ سرفراز خان نے رومال چھوڑ کر کہا افسوس میں چاہتا ہوں کہ اس کا یہ انجام نہ ہوتا مگر یہ اسکی قسمت تھی اتنا کہہ وہ لاش سے الگ ہوکر چپ چاپ کھڑا ہوا اسکی طرف ایک ٹک دیکھنے لگا۔

چند لوگوں نے آکر لاش کو سڑک کنارے جھاڑیوں میں فوراً دفن کردیا اور چونکہ اب ہمیں کوئی روکاوٹ نہ رہی ہم نے سفر میں تیز قدم اٹھایا شکر تھا کہ میں نے اجی ماں کی گاڑی آگے روانہ کردی تھی ورنہ اگر کہیں وہ نزدیک ہوتی تو وہ اُس غل وغیرہ کو سن کر اس نے ضرور اس کا سبب سمجھ لیا ہوتا مگر بیل والا گاڑی کو بہت تیز ہانک کر آگے نکل گیا تھا۔ اور ہمیں اُس کے مقابل پہنچنے کے لئے کئی کوس چلنا پڑا تعجب کی بات ہے کہ صاحب کہ اُسی دن سے سرفراز خان پھر کبھی خوش دل یا ہنستا ہوا نظر نہ آیا وہ اپنے کام پر مستعد نہ تھا بلکہ سینکڑوں مرد اور عورت اس کے پیشتر اس نے ہاتھوں تلے مرچکے تھے مگر جس وقت سے کہ اُس نے اُس لونڈی کو مارا وہ گویا ایکدم تبدیل ہوگیا وہ گھنٹوں ہی چپ چاپ بیٹھا ایک ٹک ہوا ایک طرف دیکھا کرتا اور جب ہم لوگ اسے زیادہ دق کرتے تو اُس کے جواب میں فقط مسکرا دیتا اور سر ہلا کر یہی کہتا کہ میری وہ طبیعت نہ جانے کہاں جاتی رہی بعض وقت اس کی آنکھیں بھر آتیں اور وہ دل شکستوں کے مانند آہ سرد کھینچا کرتا تھا۔

وہ گھر تک ہم لوگوں کے ساتھ آیا اور اپنا حصہ لیکر گروہ کے غریبوں کو بانٹ ہم لوگوں سے رخصت ہو کپڑے اوتار خاک فقیروں کا بھیس جانے کہاں چلا گیا۔

برسوں کے بعد میں نے سنا کہ وہ اُسی مقام پر جہاں اُسنے اُس لونڈی

وہ شخص جو گھوڑے کے بائیں طرف کھڑا تھا اُسے مجبور کر آزردہ ہو

کے کہا اب خاں صاحب آپ جائیے اور یہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔
میں دیکھتا ہوں کہ منزل پہ پہنچنے پر یہ لونڈی اور گھوڑا دونوں مجھے تکلیف
دیں گے +

میں نے کہا افسوس کیا تم خیال کرتے ہو کہ منزل پہنچنے پر اسکی زبان
بند رہیگی تب اس وقت کیا کروگے۔

سرفراز خاں نے میان سمیت تلوار سے اُس کے چہرے پر مار کر کہا
کمبخت کیا تو چپ نہ رہیگی کہ میں گھوڑے کو آسانی سے لے چلوں تلوار اس
زور سے لگی کہ میان کٹ کر اس کے چہرے پر سخت چوٹ آئی اور زخم
میں اُسے خون ٹپکنے لگا۔

والد نے کہا دیکھو تم نے اُسکی خوبصورتی بھی ضائع کی اب اور کیا
کیا چاہتے ہو +

اُس نے کہا خیر یہ کسی طرح چپ تو ہوئی اور وہ گھوڑے کی لگام
پکڑ روانہ ہوا یہ چوٹ اسے اِس زور سے لگی کہ اس کا سر گھوم گیا۔ مگر بعد
ازاں کچھ دیر کے اُسے پھر ہوش ہوئی خون اُس کے چہرے سے ٹپک رہا
تھا جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے پونچھ ڈالا اور کچھ دیر تک اُس خون آلودہ
ہاتھ کو دیکھ آخرکار بڑے زور سے زمین سے گر پڑی۔

سرفراز خاں نے کہا ذرا ایک شخص گھوڑے پکڑو تو میں اِسے
پھر سوار کرتا ہوں۔ مگر وہ اِس مرتبہ ہر بار سے زیادہ چلاتی اور جھٹپٹاتی
تھی۔ یہاں تک کہ سرفراز خاں نے غصے سے تلوار اُٹھائی +

مار اُس نے کہا خونی کمبخت دیکھتا کیا ہے مار اور اس غریب لونڈی کی
جان ختم کر اب تو تو مجھے زخمی کر ہی چکا ہے۔ بس ایک ہاتھ اور مار کہ میں
اس تکلیف سے رہائی پاؤں بہتر ہوتا کہ میں اُسی وقت مرگئی ہوتی۔ مگر مجھ
کمبخت کو موت بھی نہیں آتی کیا تو مجھے نہ ماریگا۔ اتنا کہہ اُس نے اُس کے
اوپر تھوک دیا +

خان نے تلوار میان کی اور کہا بس اب میں زیادہ برداشت نہ
سکتا ہیں بیوقوف تھا جو میں نے تجھ کمبخت کی جان رہائی کے لیئے اسقدر
تکلیف اٹھائی دیکھ میں تجھے ابھی ختم کرتا ہوں اتنا کہہ اُس نے رومال
نکال اُس کے گلے میں دیا اور وہ اُس کے ہاتھ تلے جھٹ سرفراز خان
نے رومال چھوڑ کر کہا افسوس میں چاہتا ہوں کہ اس کا یہ انجام نہ ہوتا مگر یہ اسکی
قسمت تھی اتنا کہہ وہ لاش سے الگ ہو کر چپ چاپ کھڑا ہوا اسکی طرف
ایک ٹک دیکھنے لگا۔

چند لوگوں نے آکر لاش کو سڑک کنارے جھاڑیوں میں فوراً دفن
کر دیا اور چونکہ اب ہمیں کوئی رکاوٹ نہ رہی ہم نے سفر میں تیز قدم اٹھایا
شکر تھا کہ میں نے اجی ماں کی گاڑی آگے روانہ کر دی تھی ورنہ اگر کہیں وہ
نزدیک ہوتی تو وہ اُس غل وغیرہ کو سن کر اس نے ضرور اس کا سبب سمجھ لیا
ہوتا مگر بیل والا گاڑی کو بہت تیز ہانک کر آگے نکل گیا تھا۔ اور ہمیں اُس
کے مقابل پہنچنے کے لیئے کئی کوس چلنا پڑا تعجب کی بات ہے کہ صاحب کہ
اُسی دن سے سرفراز خان پھر کبھی خوش دل یا ہنستا ہوا نظر نہ آیا وہ اپنے
کام پر تنبدی نہ تھا بلکہ سینکڑوں مرد اور عورت اُس کے پنجہ اُس کے
ہاتھوں تلے مر چکے تھے مگر جس وقت سے کہ اُس نے اُس لونڈی کو مارا وہ گویا
ایکدم تبدیل ہو گیا وہ گھنٹوں ہی چپ چاپ بیٹھا ایک ٹک ہوا کیطرف
دیکھا کرتا اور جب ہم لوگ اسے زیادہ دق کرتے تو اُس کے جواب میں فقط
مسکرا دیتا اور سر ہلا کر یہی کہتا کہ میری وہ طبیعت نہ جانے کہاں جاتی
رہی بعض وقت اس کی آنکھوں میں بھر آتیں اور وہ دل شکستوں کے مانند
آہ سرد کھینچا کرتا تھا۔

وہ گھر تک ہم لوگوں کے ساتھ آیا اور اپنا حصہ لیکر گروہ کے
غریبوں کو بانٹ ہم لوگوں سے رخصت ہو کپڑے اتار خاک
فقیروں کا بھیس جانے کہاں چلا گیا۔
برسوں کے بعد میں نے سنا کہ وہ اُسی مقام پر جہاں اُس نے اُس لونڈی

کو مار اٹھا پہنچا اور سڑک کے کنارے ایک جھونپڑی بنا رہنے لگا۔ اُسی اُجاڑ میں آتے جاتے مسافروں کی خاطر کرتا اور جنگل میں شیر چیتے اور بھیڑیوں کے درمیان پڑا رہتا مجھ سے علیحدہ ہونے کے بعد میں نے اُسے پھر نہ دیکھا اور بعد ازاں کی چڑھائیوں میں ہم لوگ اس کے لئے نہایت رنج و افسوس کرتے تھے کیونکہ اُس کے مقابل دلیر اور ہمت ور شخص دوسرا نہ ملا اس کی جگہ ہمیشہ خالی ہی رہی۔

صاحب اب اس چڑھائی میں کوئی خاص بات قابل بیان نہیں ہے۔ ہم لوگ کچھ دن بعد بغیر کسی رکاوٹ یا نقصان کے اپنے اپنے مکان پر پہنچ گئے اور ہر ایک شخص سفر کی تکلیفوں کے بعد مدت کے چھوڑے ہوئے گھر کو آباد آرام رہنے لگا اجی ماں محبت مجھ سے روز بروز بڑھتی جاتی اور اُسکی نیک مزاجی اور نیک خصلت سے میں نہایت خوش و خرم رہتا تھا میں نے اپنے ساتھیوں کے نگاہ میں نہایت اونچا درجہ پایا کیونکہ میری عقلمندی بہادری اور کامیابی کا ذکر ان تمام ساتھیوں کو مفصل سنا دیا گیا جو گاؤں میں پیچھے رہ گئے یا چھوٹے موٹے چڑھائیوں پر ادھر ادھر گئے تھے اس چڑھائی میں بیشمار دولت حاصل ہونے کی شہرت اور میرے والد کے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی خواہش نے مجھے سب کی نگاہ میں وہ درجہ حاصل کرایا کہ سب لوگوں نے مجھے نہایت قسمت ور سردار تصور کیا اور آیندہ کی چڑھائیوں میں سبھوں نے میری ماتحتی قبول کرنے میں اپنا فائدہ اور حفظ سمجھا کیونکہ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ مجھ پر بھوانی کی عنایت اور رحمت سب سے زیادہ اور از حد درجے کی ہے۔

ہمارے پہنچنے کے دو ماہ بعد حسین کا گروہ بھی گاؤں میں واپس آیا۔ ہم سبھوں کو آپس میں ملنے سے نہایت خوشی حاصل ہوئی جیسا کہ علیحدہ ہونے کے وقت ہم لوگوں میں اقرار ہو چکا تھا دونوں گروہ کے آمد کا مال ایک جگہ جمع ہوا اور ایک دن خاص مقرر کر تقسیم کر دیا گیا صاحب شاید آپ کو مشکل اعتقاد ہوگا کہ یہ تمام مال عنقریب ایک لاکھ روپیہ کے جمع ہوا تھا۔

تمام قافلے کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ مجھے بطور جمعدار کے حصہ دیا جائے پس بموجب قواعد اپنے گروہ کے مجھے تمام کا آٹھواں حصہ دیا گیا۔ بدری ناتھ اور سرفراز خاں کو میرے ہی موافق ملا مگر سرفراز خاں اُس مال میں سے حصہ دیا گیا تھا۔ جو اس کے شامل ہونے کے بعد ہم لوگوں کو حاصل ہوا تھا مجھے ٹھیک یاد نہیں ہے کہ اس نے کتنا پایا مگر جیسا کہ میں آپ سے پیشتر عرض کرچکا ہوں کہ اُس نے اپنا تمام مال گروہ کے محتاج لوگوں کو تقسیم کردیا اور معلوم پڑھتا ہے کہ وہ خاص اسی غرض سے اتنے دنوں تک ہم لوگوں کے ساتھ ٹھیرا ہوا تھا اس کے بعد جیسا کہ میں پیشتر بیان کرچکا ہوں وہ ہم لوگوں کو چھوڑ فقیر بن جنگل کی سیر کو نکل گیا۔

میں نے اس دولت سے دو برس تک بآرام اوقات بسر کی اکثر میری خواہش ہوتی کہ میں ادھر ادھر کے ملکوں میں چڑھائی کروں مگر میرے والد ہرگز نہ سنتے تھے بلکہ میرے کہنے پر یہی جواب دیتے کہ کیا ضرورت ہے ابھی اور دو برس تک بآرام کھانے پینے کے لئے تمہارے پاس دولت کافی ہے تم جانتے ہی ہو کہ میرے پاس بھی دولت بہت ہے پس جب تک ہم لوگوں کو اسکی کمی نہ ہو تب تک کیا ضرورت ہے کہ ہم ناحق اپنی جان خطرے میں اس دولت کیلئے ڈالیں جس کی ہمیں ہنوز کچھ دھکا نہیں ہے ۔

میں یہ سنکر چپ رہتا مگر میری طبیعت اس قسم کی سُست اور بیکار زندگی سے آزردہ تھی جب کبھی میں ٹھگوں کے بہادری کا ذکر سنتا میری طبیعت اندر سے جوش کھاتی اور مجھے اس بات کا خوف ہوتا کہ شاید میں ہمیشہ کیلئے سُست نہ ہو جاؤں اور اسی لئے اندر سے تو چڑھائی کرنیکی میری خواہش اور بھی زیادہ تر ہوتی تھی۔

تاہم میری محبت گھر سے زیادہ تھی مجھے ایک لڑکا اجی ماں سے ہوچکا تھا جو میرے اندھیرے گھر کا چراغ تھا اور جس ننھے کا میں ذکر کر رہا ہوں مجھے ایک اور اولاد کی امید تھی۔ چڑھائی کے دو تو دیکھتے ہی دیکھتے نکل گئے اور تیسرے برس کا موقع بھی قریب آگیا تھا مگر گو کہ بدری ناتھ اور چند دوسرے ساتھیوں نے مجھ سے بار بار چلنے کی التجا کی اور کہا کہ بنگال میں زیادہ کامیابی اور امید ہے مگر میں نے آج کل کرتے کرتے وہ سال بھی گذار دیا +

[illegible] میری خوشی [illegible] کر [illegible] ہوں
میرے والد مجھے زیادہ ترغیب کرتے تھے انہیں معلوم ہو گیا تھا کیونکہ خیال ہو گیا تھا کہ یہ چڑھائی ناکامیاب
ہو گی اور اس کا نتیجہ برا ہوگا۔ اور درحقیقت ایسا ہی ہوا دسہرے کے دن کئی افسروں کے
ماتحت ایک بھاری گروہ ٹھگوں کا ہمارے گاؤں سے روانہ ہوا لیکن گو وہ بالکل خراب نہ تھے
تو بھی امید اور [illegible] نہ ہوئے اور اس کا اثر تمام گروہ کے دل پر تھا۔ ابھی وہ لوگ بہت دور
نہ گئے تھے کہ سرداروں میں آپس میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا وہ لوگ علیحدہ علیحدہ
ہو کر مختلف جانبوں میں بٹ گئے بعد چند روز کے وہ لوگ ایک ایک کر کے پھرنے لگے
مگر کسی بھی گروہ کے ہاتھ کافی مال نہ لگا کہ ایک برس بھی اپنی اوقات بسر کر سکے اور سب
کے سب مایوسی کے ساتھ واپس آئے ایک گروہ کا تو کچھ بھی پتہ نہ لگا۔ ہمارا ایک
پرانا دوست بدری ناتھ تھا جو اپنے چند ساتھ عمدہ اور مضبوط ٹھگوں کو ہمراہ
لیکر گیا تھا میں نے سنا کہ وہ بنگالہ کی طرف گیا اور کلکتہ تک بخوبی کامیابی کیساتھ
پہنچا مگر وہاں اس کے لوگوں نے تمام مال عیاشی اور رنڈی بازی میں اڑا دیا۔
یہاں تک کہ لوٹتے وقت چند منزلوں کے لئے بھی انکے پاس کافی خرچ نہ تھا۔

بنارس کے قریب پہنچنے پر وہ لوگ بھوکوں مرنے لگے پس ان لوگوں نے
چند مسافروں پر حملہ کیا اور اپنے جان ان کا کام تمام کر ڈالا ان لوگوں نے لاشوں
کو دفن بھی نہ کیا اور انہیں وہیں چھوڑ کر چلتے ہوئے خدا کی شان ان میں سے ایک شخص
کچھ جیتا تھا جو تھوڑے عرصے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے جا کر نزدیک کے گاؤں
والوں کو خبر دی ہمارے وہ سب دوست بچارے فوراً گرفتار ہو گئے مال تمام پہچانا گیا اور اس
شخص کی گواہی ثبوت میں کافی تھی جو ان مسافروں میں سے جیتا بچ گیا تھا۔ بس اب کیا
ہو سکتا تھا بعد ازاں مقدمہ ہونے کے ان سبھوں کو بنارس میں پھانسی دی گئی۔

اتنا کہکر امیر علی ٹھہر گیا اور بولا صاحب اب مجھے اجازت ہو تو میں کچھ کھانا پی لوں
پھر حسب حکم ہوگا میں آکر مفصل احوال آپ کو سناؤنگا میں نے کہا بہت بہتر وہ اٹھ کھڑا ہوا
اور سلام کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہوا۔

اس کے چلے جانے پر میں نے خیال کیا کہ یہ بھی دنیا میں ایک عجیب شخص ہے۔ جو
سینکڑوں خون کر کے بھی گزری ہوئی باتوں کو خوشی اور آسودگی کے ساتھ خیال کرتا ہے

بلکہ ان کے بیان کرنے ہیں فقط سمجھنا ہے اس کا تمام بیان خون اور قتل کا ہے اور
اس کے ذکر کرنے وقت اسے ذرا بھی رنج یا افسوس نہیں ہوتا اس تمام بیان میں وہ
فقط ایک یا دو مرتبہ کانپا تھا مگر شروع ہی میں وہ کیوں اسقدر کانپ اٹھا ابھی سمجھ
سمجھنا باقی تھا۔

فقط اس واردات کو چھوڑ کر اس جوش ہر بیان کے ساتھ بڑھتا ہی جاتا تھا وہ
اس فصاحت اور چرب زبانی کے ساتھ اپنی یادداشت کی باتوں کا ذکر کرتا کہ میں ہرگز
اسے کسی طرح ظاہر نہیں کر سکتا ہوں جو ہو میں پھر بھی یہ ہی کہونگا کہ یہ انسان کی زندگی کی
ایک عجیب احوال ہے اس دنیا کے آغاز سے لیکر آج تک ہر ایک سرزمین میں خونی ہوتے
آئے ہیں کوئی نفرت یا حرص سے کوئی حسد یا خوف سے اور کوئی سینکڑوں طرح کی
خراب نیتوں سے خون کرتا ہے مگر خونی کی زندگی ہمیشہ ہزاروں طرح کی تکلیفوں سے پُر
رہتی ہے اُن کا دل ہی اُن کے گناہوں کا گواہ ہے یہ وہ کیڑا ہے جو ہرگز نہیں تھکتا شب
روز اُسکے کلیجہ کو کاٹتا اور کھاتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر یا تو خود خود
کشی کرتا یا رضا پانے کے لئے از خود حاضر ہوتا۔ یا اسی کے رنج اور صدمہ سے گھلکر مرجاتا
ہے خونیوں کا آخری نتیجہ ہمیشہ ایسا ہی سننا اور پڑھنے میں آیا ہے مگر ان ٹھگوں کا حال ان سے
کہیں مختلف ہے انکے دل پر رنج یا افسوس یا توبہ کا نام ونشان نہیں ہوتا لوگوں کو خیال ہوگا
کہ شاید برسوں قید رہنے اور سخت تکالیف اٹھانے کے بعد وہ اپنی پرانی عادت کو چھوڑ دیں اور
اس کا ہرگز ذکر نہ کریں نہیں وہ اور انکی طرح کھانے پینے سونے اور کپڑے پہنتے ہیں۔ مگر
ہمیشہ اپنا پُرانا خیال قائم رکھتے اور اگر آج آزاد کر دیے جاویں تو کل ہی اپنے روزگار کو
زیادہ جوش کیساتھ شروع کریں گے۔

تعجب کی جگہ ہے کہ دونوں ہندو اور مسلمان چاہے کسی فرقہ کے کیوں نہ ہوں بھوانی دیوی
پر تو کچھ زیادہ تعجب نہیں تھا کیونکہ تمام اہل ہنود دیوی کی پوجا اور عزت کرتے ہیں مگر حیرت
تو ان مسلمانوں پر ہے کہ وہ بت پرستی کے اسقدر برخلاف ہو کر کیونکر ایسی باتوں پر اعتقاد رکھکے
اس کار کو اٹھاتے ہیں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خونیوں کو سخت سزا ہوگی اور رسول اللہ
کا حکم ہے کہ خون کے بدلے خون آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے عوض دانت دینا ہوگا
امیر علی دیکھنے میں خاصہ بھلا آدمی ہے اور جسقدر افسر لوگ بھی اُسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔

[illegible] پڑھی ہے اپنی چال چلن اور رہن سہن کا نہایت ہی محتاط ہمیشہ وضو کرتا اور رمضان وغیرہ میں روزہ رکھتا محرم میں سبز یا نیلی پوشاک پہنتا اور ہندوستان کے عمدہ سے عمدہ بزرگوں کے مزاروں پر چادر چڑھاتا اور وہاں مجاور رہتا تھا۔ کوتاہ یہ کہ وہ اپنے مذہب کی ایک ہزار ایک رسومات ادا کرتا اور بہشت اور حور وغیرہ کے دنیاوی امور کا اتنا یقین رکھتا کہ جتنا کسی عادی مسلمان کو ہوگا۔

تاہم امیر علی خونی ہے وہ خونی کہ جس کے روبرو دنیا کے تمام لیٹرے اور خونی ناچیز اور ادنیٰ ہیں میاں نے اس سے جرمنی اور اٹلی وغیرہ کے لیٹروں کا احوال سنا مگر اس پر امیر علی خوب قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا کہ صاحب ان کے ایسے تو ہمارے یہاں کتنے ہی کام کیا کرتے ہیں۔

میرے دل میں یہ خیال گذر رہے تھے کہ یکا یک زور سے بول اٹھا کہ میں نے سمجھ لیا تھا فضول ہے لیکن ٹھگی کو بنیاد ہمت کے اعتقاد اور باطل مذہبی پر ہے۔ اس سے وہ خیالات جوش کھاتے ہیں جو انسان کبھی کسی حالت میں بھی کر نہیں سکتا ہمت نہ کریگا۔ میرے اس آواز کو سنکر پہنچنے والا جو باہر بیٹھا تھا دنگ رہ گیا تھا چونکہ اندر آیا اور بولا کیا خداوند نے بلایا ہے۔

میں نے کہا نہیں میں نے تو نہیں بلایا پر چونکہ تم جاگتے ہی ہو گئے ہو چلم مجھے لئے کیجو میں ذرا اپنی طبیعت گرم کیا چاہتا ہوں۔

ختم شد ناول بہادر رہزن

حضرات ناظرین ہمنے امیر علی کا پہلا سفر آپکی خدمت میں پیش کیا ہے امید ہے کہ آپ اسکی قدر کی نظروں سے دیکھکر ہماری حوصلہ افزائی کرینگے اگر آپنے پسند کیا تو امید ہے کہ دوسرا سفر بھی جو کہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے ہدیہ ناظرین کیا جاویگا اسمیں بڑے بڑے خونی منظر ہونگے اب کچھ دیر کیلئے بندہ آپ سے جدا ہوتا ہے امید ہے کہ جلد ہی کوئی نیا تحفہ لیکر حاضر ہونگا۔

خاکسار